مکمل ناول

مجھے چاہت تمہاری ہے

''اخبار چاٹ لیا ہو تو یہ چائے پی لو، ٹھنڈی ہو جائے گی تو اور نہیں ملے گی، دودھ پتی سب ختم ہے''۔
شمسہ بیگم نے شوہر کو چائے دینے کے ساتھ ہی دودھ پتی ختم ہونے کی اطلاع بھی دی، تو انہوں نے چشمے کی اوٹ

سے انہیں دیکھا اور پھر چائے کے کپ کو اور مسکراتے ہوئے چائے کا کپ اٹھا کر ایک گھونٹ بھرا اور کپ پھر سے اسٹول پر رکھ دیا۔

''امی! ابو ضرورت رشتہ کے اشتہار پڑھ رہے ہیں''۔ سب سے چھوٹے بیٹے بارہ سالہ اشعر نے شوخ لہجے میں بتایا۔

''ایک بیوی اور اس کی اولاد تو سنبھالی نہیں جاتی، دوسری شادی کریں گے، ہونہہ.....'' شمسہ بیگم ترکاری بناتے ہوئے تلخی سے بولیں تو شفیق حسین ہنسنے لگے۔

''اری نیک بخت! میں اپنی بیٹیوں کے لئے رشتہ دیکھ رہا ہوں''۔

''رشتے اگر اخباروں میں ملتے تو سب کی بیٹیاں بیاہی جاتیں، اور ایک بات تو بتاؤ تم؟ رشتے اگر مل بھی گئے تو شادی کیسے کرو گے؟ پیسہ ہے جیب میں جو رشتہ ڈھونڈ رہے ہو؟ یہ تو وہی بات ہو گئی کہ گاڑی پاس ہے نہیں اور گیراج بنانے چلے

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

ہیں"۔ شمسہ بیگم سبزی کاٹتی جارہی تھیں اور شفیق حسین کو بھی حقیقت کا آئینہ دکھارہی تھیں، وہ چائے پی رہے تھے اور اخبار پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔

"جبھی تو میں ایسا رشتہ ڈھونڈ رہا ہوں، جس میں ہمیں پیسہ خرچ ہی نہ کرنا پڑے اور بنا پیسہ خرچ کئے شادی ہوجائے"۔ شفیق حسین نے چائے ختم کرتے ہوئے کہا تو شمسہ بیگم کو تاؤ آ گیا۔

"بنا پیسے خرچ کئے تو خوابوں میں ہی ہوسکتی ہے شادی، وہ تم جتنی چاہے مرضی کرالو اور بیٹیوں کی کیا دو تین، شادیاں تم اپنی بھی کرالو مفت کی شادی، بنا پیسے کے شادی"۔

"او مل گیا اپنے مطلب کا ایک رشتہ"۔ شفیق حسین خوشی سے بولے۔

"سنو......"

"میں نہیں سنتی"۔

"ارے سنو تو بیوی"۔ شفیق حسین بہت پر جوش نظر آرہے تھے، شمسہ بیگم نے سبزی کاٹتے ہوئے ہاتھ روک دیئے اور ان کی طرف متوجہ ہوگئیں۔

"لکھا ہے، ضرورت ہے ایک ساٹھ سالہ کروڑ پتی شخص کے لئے رشتے کی، لڑکی کا تعلق متوسط طبقے سے ہو، جس کی عمر 25 سال سے زیادہ نہ ہو، ذات پات کی کوئی قید نہیں ہے، لڑکی خوش شکل، پڑھی لکھی ہو، صرف پرخلوص گھرانے کے افراد رابطہ کریں"۔ شفیق حسین نے اشتہار پڑھ کر چشمہ اتارا اور شمسہ بیگم کو دیکھا تو وہ نفی میں سر ہلا کر کہنے لگیں۔

"لو کرلو بات، کروڑوں کا پڑھ کے کون پرخلوص آدمی رابطہ کرے گا؟ اس کروڑ پتی بڈھے سے ہر کوئی اس کی دولت کے لالچ میں ہی رابطہ کرے گا"۔

"ہاں تو عمر بھی تو دیکھو ساٹھ سال کا ہے یہ کروڑ پتی اور یقیناً یہ ایک آدھ بیماری ضرور اپنے ساتھ لے کر جی رہا ہوگا، پیسے والوں کو سب آسان لگتا ہے۔ دیکھنا تم کتنے لوگ اس بڈھے کروڑ پتی کو فون کریں گے، یہ اشتہار پڑھتے ہی صرف اس کی دولت کی خاطر، ورنہ کوئی بھی شخص اس کروڑ پتی آدمی کو خدا ترسی میں یا اللہ واسطے تو اپنی بہن، بیٹی دینے سے رہا"۔

"ایک تو ان دولت مند بوڑھوں کو نجانے آخری عمر میں کم عمر لڑکی سے شادی کی کیا سوجھتی ہے ایک پاؤں قبر میں ہے اور دوسرا جنت میں، ایک حور بیاہنے کے چکر میں، قبر کے پھول سہرے کے پھول بن جاتے ہیں، ہاں بھئی پیسے کے کھیل ہیں سب، جیب میں پیسہ ہو تو کچھ بھی کرلو، کچھ بھی خرید لو، بیوی بھی"۔ شمسہ بیگم گہرا سانس لے کر بولتی سبزی اٹھا کے کچن میں چلی گئیں۔ شفیق حسین نے وہیں صحن میں بیٹھے بیٹھے کہا۔

"تو مانتی ہو نا کے پیسہ سب کا باپ ہے"۔

"تو میں نے پیسے کی اہمیت سے کب انکار کیا ہے؟" شمسہ بیگم وہیں سے باآواز بلند جواب دیتی ہانڈی پکانے لگیں۔

"تو کیا خیال ہے پھر یہ کروڑوں کی لاٹری ہم نہ کھلوالیں"۔

"سٹھیا گئے ہو کیا؟"

"سوچ لو ایک بیٹی کی قربانی سے باقی پانچوں بیٹیوں کی کیا ہم سب کی زندگی آسان ہوجائے گی، ہمارے بھی دن پھر جائیں گے ورنہ ہماری اتنی حیثیت نہیں ہے کہ جو بیٹیوں اور ایک بیٹے کو بیاہ سکیں، ہماری تو روز کی دال روٹی ہی چل رہی ہے بس، اس منہ زور اور مادر پدر آزاد مہنگائی میں کچھ بچت ہوگی بھلا تو کسی بیٹی کو بیاہیں کیسے؟ بڑی بیٹی اٹھائیس کی

ہوگئی ہے اور اس کے پیچھے بھی لائن لگائے کھڑی ہیں"۔ شفیق حسین نے سنجیدہ اور متفکر لہجے میں کہا تو وہ کچن سے باہر نکل آئیں۔

"ٹھیک کہتے ہو آپ! سال دو سال کے فرق سے بھی شادی کی عمر کو پہنچ رہی ہیں اور ہم ایک کی بھی شادی نہیں کرپارہے بڑی دونوں کی بات طے تو ہوگئی مگر جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اگلے شادی کی تاریخ تک نہیں مانگتے، یہ ہے سگے اور خون کے رشتے داروں کا، رشتوں کا حال انہیں تو گھر بھر کے جہیز چاہئے، نہ تمہارے بھائی میں لاج، ہے نہ میری بہن کو احساس ہے کہ سگی بھانجی کو تین کپڑوں میں ہی بیاہ کے لے جائے، اپنے بیٹے کون سا گورنر لگے ہیں؟ پھر بھی جہیز کے لالچ میں چپکے بیٹھے ہیں، کیا ہوگا میری بیٹیوں کا شفیق حسین؟" شمسہ بیگم کا لہجہ فکر و پریشانی میں ڈوبا ہوا تھا، انہیں تو دن رات، سوتے، جاگتے، اٹھتے بیٹھتے یہی فکر کھائے جاتی تھی کہ ان کی بیٹیوں کی شادی کیسے ہوگی؟ کب ہوگی؟ شفیق حسین انہیں تسلی دینے لگے۔

"نیک بخت! پریشان مت ہو، اللہ نے بیٹیاں دی ہیں تو وہ بیاہنے کے وسیلے بھی پیدا کردے گا اور وسائل بھی، اور یہ ضرورت رشتہ کا اشتہار تو مجھے اسی سلسلے کی ایک کڑی لگ رہا ہے"۔

"مطلب؟" شمسہ بیگم دوبارہ صحن میں بچھے تخت پر آ بیٹھیں۔

"مطلب یہ کہ ہوسکتا ہے اللہ سوہنے نے اس کروڑ پتی بوڑھے کو ہمارے مسائل کے حل کے لئے وسیلہ بنا کے بھیجا ہو"۔

"تو تم رابی کو اس کروڑ پتی بڈھے سے بیاہ دو گے؟"

"ہاں تو اس میں حرج ہی کیا ہے، اپنی ضرورت اور مجبوری کے تحت ہی ہم ایسا کرنے کا سوچ رہے ہیں ناں؟" شفیق حسین نے خودغرضی سے کہا تو وہ بولیں۔

"رابی! میری سب سے حسین بیٹی ہے اور تم اسے اس بڈھے سے بیاہنے کا سوچ رہے ہو، نہیں میں اپنی خوبصورت بیٹی کو ایک بیمار بوڑھے سے نہیں بیاہنے کی"۔

"شمسہ بیگم! غریب کے گھر میں خوبصورت لڑکی اس دلہن کی مانند ہوتی ہے، جسے زیور اور سرخی پاؤڈر نہ ملے بنا زیور کے دلہن بھی کوئی دلہن ہوتی ہے، کوئی سراہنے والا، چاہنے والا نہ ہو تو حسن کس کام کا، اگر یہ شادی ہوجاتی ہے نا تو وہ شخص ہماری رابی کی بہت قدر کرے گا، اور اپنی رابی اس کی دولت کی تنہا وارث ہوگی"۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟" شمسہ بیگم نے سوال کیا۔

"کیا اس کروڑ پتی بڈھے نے شادی نہیں کی ہوگی اس کے بیوی بچے ضرور ہوں گے۔ یہاں نہیں ہوں گے تو ملک سے باہر کہیں لندن، امریکہ میں ہوں گے اور بڑے میاں اپنی تنہائی دور کرنے کے لئے نئی بیوی لانے کے خواب دیکھ رہے ہیں اس کے گھر والوں کو اگر پتا چل گیا تو وہ ہماری رابی کی زندگی اجیرن کردیں گے"۔

"تم بے فکر ہو جاؤ میں اس سلسلے میں اس شخص سے بات کروں گا، ہر طرح سے اپنی تسلی کر کے اپنی بیٹی کا مستقبل محفوظ کرا کے، ضمانت لے کر ہی ہاں کروں گا"۔ شفیق حسین نے سنجیدگی سے کہا گویا وہ اس رشتے کو اس موقع کو وہ بھی امیر بننے کے سنہری موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"رابی نہیں مانے گی"۔ شمسہ بیگم نے گویا اپنی رضامندی دیتے ہوئے انہیں بتایا۔

"مان جائے گی وہ ہم سب پہ جان چھڑکتی ہے"۔

"تو کیا ہم اس کی جان لے لیں؟ اسے اتنی بڑی آزمائش میں ڈال دیں؟" شمسہ بیگم کا دل نہیں مان رہا تھا، رابی سے

انہیں خاص انس تھا، وہ اس کی معصومیت اور حسن کو اپنی ضرورتوں کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہتی تھیں۔

"وہ اپنی بہنوں کی خاطر مان جائے گی اور دولت سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا، سب کچھ ہوگا ہماری بیٹی کے پاس وہ راج کرے گی اس رئیس کے گھر"۔ شفیق حسین یقین سے بولے۔

"سوچ لیں! دل تو نہیں مان رہا مگر مجبوری الگ ہے، پھر بھی سوچ لو لوگ کیا کہیں گے؟"

"لوگ کب کچھ نہیں کہتے؟" شفیق حسین نے تلخی سے کہا۔

"ہماری چھ بیٹیاں پیدا ہوگئیں تو لوگ تب بھی ہائے افسوس، کرتے نہیں تھکے تھے، ایک بیٹا ہوگیا تب بھی لوگ یہ کہنے سے باز نہ آئے کے ہائے! بیٹا تو ایک ہی ہے دو ہو جاتے تو اچھا تھا، بیٹیوں کے رشتے طے ہوگئے تب بھی لوگوں نے کہا کہ دیکھتے ہیں شادی کب تک کرتے ہو، رشتہ طے کرنا آسان ہے، شادی کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے، لوگوں کو کب ٹھنڈ پڑتی ہے بنا کچھ کہے؟ بیٹیوں کی شادیاں لیٹ ہوگئیں تو بھی کچھ نہ کچھ کہتے رہتے ہیں اور اگر شادیاں ہو جائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ! تب بھی لوگ تو کچھ نہ کچھ کہیں گے ہی۔ ہمیں اپنے حالات کی بہتری کے لئے، اپنی بیٹیوں کی شادیوں کے لئے خود ہی کچھ کرنا ہوگا۔ میں تو اس موبائل نمبر پر ضرور فون کروں گا، کیا خبر یہ نمبر ڈائل کرنے سے ہماری بیٹیوں کی قسمت کھل جائے"۔

"ہوں"۔ شمسہ بیگم بولیں نہیں بس سر ہلا کر سوچ میں گم ہوگئیں اور شفیق حسین اپنے کمرے میں جا کر اشتہار میں دیا گیا موبائل نمبر اپنے موبائل سے ملانے لگے۔ شفیق حسین اور شمسہ بیگم کا تعلق متوسط طبقے سے تھا، شفیق حسین ایک سرکاری محکمے میں کلرک تھے، ان کی معمولی تنخواہ میں گزارا ہی ہو رہا تھا بس، یکے بعد دیگرے ان کے ہاں مسلسل چھ بیٹیوں کی پیدائش نے وقت سے پہلے ہی ان کو بوڑھا کر دیا تھا سب سے بڑی موحل اٹھائیس سال کی تھی، پھر کومل تھی، پھر اشمل، بالترتیب رابیل، سجل اور ریمل تھیں، موحل اور کومل ایف۔ اے سے زیادہ نہ پڑھ سکیں تھیں، کچھ پڑھنے کا شوق نہیں تھا اور کچھ گھر کے مالی حالات ایسے نہیں تھے کہ وہ مزید تعلیم جاری رکھ سکتیں وہ دونوں گھرداری میں لگ گئیں۔ اشمل نے ایم۔ اے کیا تھا اور رابیل نے ایم۔ اے، بی۔ ایڈ کرنے کے بعد اسکول میں نوکری کرلی تھی، اشمل گھر میں بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی تھی۔ اس طرح مل جل کر گھر کے اخراجات پورے ہو رہے تھے، تھوڑے پیسے بچا کر شمسہ بیگم نے موحل اور کومل کے لئے کچھ برتن، بستر، چادریں وغیرہ خرید رکھی تھیں جو جہیز کے لئے انتہائی ناکافی تھیں۔ سجل اور ریمل ایم۔ اے اور بی۔ اے کر رہی تھیں، سب سے چھوٹا بارہ سالہ اشعر حسین نویں جماعت میں تھا، بہت ذہین اور شرارتی بچہ تھا وہ شفیق حسین کو اس سے بڑی امیدیں تھیں کہ ان کا سہارا بنے گا، ان کا بوجھ بانٹے گا، شفیق حسین سات مرلے کے گھر کے مالک تھے بس یہ آسرا بہت بڑا تھا ان کے لئے چھت تو ان کی اپنی ہے، دو منزلہ گھر میں کل نو افراد سکھ شانتی سے رہ رہے تھے، لیکن بیٹیوں کی شادی سب سے بڑا مسئلہ تھا ان کے لئے۔ شفیق حسین نے موحل کا رشتہ اپنے بڑے بھائی کے بیٹے غفران سے طے کیا تھا، تین سال پہلے غفران کی کپڑے کی دکان تھی میٹرک پاس تھا غفران اور موحل کو پسند کرتا تھا، جبھی اس کے ماں باپ اس کا رشتہ لے کر "شفیق ہاؤس" گئے تھے، لیکن شادی دھوم دھام سے کرنے کا کہہ گئے تھے کہ ان کے بیٹے کی دکان خوب چلتی ہے تو بیوی بھی ایسی ہو جو خوب جہیز لے کر آئے، اور کومل کی منگنی اس کی خالہ کے بیٹے مراد سے چار سال پہلے ہوئی تھی، تب مراد کی نوکری نہیں تھی، دو سال پہلے وہ پولیس میں بھرتی ہوا تھا، شادی کے لئے اس کی ماں کو گھر بھر کے جہیز چاہئے تھا، اس کا کہنا تھا کہ مراد اس کا اکلوتا بیٹا ہے چار بہنوں کا بھائی وہ گھر بنا رہا ہے محنت کی کمائی لگا رہا ہے تو اس گھر کو اس کی دلہن کے جہیز سے ہی سجایا جائے گا، اگر کومل ان کی یہ شرط اور خواہش پوری نہیں کر سکتی تو وہ مراد کے لئے کوئی اور لڑکی دیکھ لیں گے، مراد کو کومل سے محبت تھی جبھی وہ ماں کو دوسری لڑکی دیکھنے سے روکے ہوئے تھا، لیکن اس کی اپنی خواہش بھی یہی تھی کہ اس کی

بیوی اتنا جہیز تو لائے کے اسے گھر کو سجانے کے لئے الگ سے رقم کا بندوبست نہ کرنا پڑے کومل نے مراد سے بات کی تو اس نے بے دھڑک کہہ دیا۔

"امی، نے ایسا غلط کیا کہا ہے کومل! دیکھو میاں، بیوی دونوں ہی مل کر گھر چلاتے ہیں اس مہنگائی کے دور میں ایک اکیلا مرد کتنا کما سکتا ہے میں تو گھر بنا رہا ہوں تم گھر کا سامان جہیز میں لے آؤ، پھر تو میں نے ہی ساری زندگی تمہاری ذمہ داری اٹھانی ہے، نوکری تھوڑی کروانی ہے تم سے، اور جہیز تو ہر لڑکی لے کر آتی ہے۔ میں تو تمہاری محبت میں امی کو روکے ہوئے ہوں ورنہ امی تو ہماری منگنی توڑ کر میرے لئے کسی امیر گھر کی لڑکی ڈھونڈنے کا ارادہ رکھتی ہیں تاکہ وہ گھر بھر کے جہیز لائے"۔ اور کومل اپنا سا منہ لے کر رہ گئی، ماں اور بہنوں کو بھی مراد کے اعلیٰ خیالات سے آگاہ کیا تھا تو ان سب کو بھی بہت دکھ اور پریشانی نے گھیر لیا تھا۔ لڑکیوں کے رشتے تو آتے تھے مگر مالی حیثیت کم ہونے کے باعث طے نہیں ہو پاتے تھے۔ یہی حالات و مسائل تھے جنہوں نے شفیق احمد کو اس کروڑ پتی بوڑھے سے رابطہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ رابیل نے سنا تو سکتے میں رہ گئی، شمسہ بیگم، موحل اور کومل نے اسے گھر کے حالات بتائے، مسائل، مجبوریوں کا بتا کر سمجھا بجھا کر اس رشتے کے لئے آمادہ کر ہی لیا تھا۔ اس کی دلی خواہش اور دعا تھی کہ وہ اپنے گھر والوں کے لئے کچھ کر سکے، ان کی زندگیوں میں خوشی اور آسانی لا سکے، سو وہ تھوڑے پس و پیش کے بعد اس رشتے کے لئے راضی ہوگئی تھی۔ شفیق حسین تو اس کروڑ پتی بوڑھے سے مل کر بے حد خوش اور مطمئن تھے، رابیل کی تصویر وہ ساتھ لے گئے تھے اور اس کروڑ پتی بوڑھے نے جس کا نام عیسیٰ علوی تھا نے رابیل کو پسند کرتے ہوئے اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کر دی تھی۔ انہوں نے شفیق حسین کو فون کر کے کہا تھا اور شفیق حسین ان سے بات کرتے ہی جوش مسرت میں موبائل آف کئے بنا ہی رابیل سے بات کرنے چلے آئے یہ جانے بنا کے عیسیٰ علوی ان کی باتیں سن رہا ہے اپنے سیل فون پر۔

"رابیل، بیٹی! وہ ملنا چاہتے ہیں"۔

"تو......؟" رابیل نے انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تو وہ یہاں نہیں آنا چاہتے"۔

"ہاں ظاہر ہے ابو! وہ دولت مند لوگ ہیں یہاں غریب محلے میں آئیں گے تو ان کی شان نہیں گھٹ جائے گی"۔ رابیل نے اسکول کی کاپیاں چیک کرتے ہوئے تلخی سے کہا۔

"نہیں بیٹی! بات یہ ہے کہ ان کا خیال ہے کہ لوگ باتیں بنائیں گے ہماری ان سے بات بنے نہ بنے، لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع ہاتھ آ جائے گا، اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ ہم ان سے ان کے گھر جا کر ملیں"۔ شفیق حسین نے تفصیل سے بتایا۔

"تو آپ اور امی ان سے ان کے گھر جا کر مل لیں"۔

"بیٹی! ہمارے ساتھ تم بھی چلو گی کیونکہ وہ تمہیں دیکھنا چاہتے ہیں، تم سے بات کرنا چاہتے ہیں"۔

"واہ کیا آن اور انا ہے ان کی کے اپنے رشتے کے لئے ایک مڈل کلاس لڑکی کے گھر نہیں آ سکتے اور مجھے کیا اتنی گری ہوئی اور بے شرم لڑکی سمجھا ہے انہوں نے کے میں اپنی نمائش کے لئے ان کے گھر خود چل کر جاؤں؟ انہیں اپنی آن، بان، شان کا اتنا ہی خیال ہے نا تو ان سے کہیں کوئی اور گھر دیکھ لیں، میں شو پیس بن کر ان کے گھر نہیں جاؤں گی"۔ رابیل نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"تو کہیں باہر ان کے دفتر یا کسی ہوٹل میں ملنے کی تجویز بھی ہے ان کی"۔ شفیق حسین نے بے چارگی سے کہا۔

"ابو! مطلب انہیں ہے ہم سے وہ خود چل کر یہاں آئیں ایسا ہی ہوتا ہے کیا کہ لڑکی خود اپنا رشتہ لے کر لڑکے

کے گھر جائے“۔

”بیٹی! ضرورت ہمیں ہے اور پیاسا ہی کنویں کے پاس جاتا ہے، کبھی کنواں خود چل کر پیاسے کے پاس نہیں آتا“۔ شفیق حسین نے اسے سمجھایا۔

”ابو! میں ان صاحب سے کسی دفتر، ہوٹل یا ریسٹورنٹ میں یا ان کے اپنے گھر میں ملنے نہیں جاؤں گی کہہ دیجئے ان کو۔ انہیں مجھ سے ملنا ہے تو شریفانہ طریقے سے یہاں گھر آ کر مل لیں، کسی رکشے یا ٹیکسی میں بیٹھ کر آ جائیں، بڑی سی گاڑی میں بیٹھ کر اس چھوٹی سی گلی میں آنے کی ضرورت نہیں ہے اس سے ان کی شان میں فرق نہیں پڑے گا نہ ہی لوگ باتیں بنائیں گے“۔ رابیل نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں تم اپنا کام کرو غصہ مت کرو انشاء اللہ سب بہتر ہوگا“۔ شفیق حسین نے ہتھیار ڈال دیئے اور کمرے سے باہر نکل گئے۔ عیسٰی علوی نے اپنا سیل آف کر دیا، وہ مسکرا رہے تھے۔

”لڑکی تو بہت خوددار اور سمجھدار لگتی ہے، اصول پسند، آن، انا والی اور مغرور سی، کیا اعتماد ہے رابیل شفیق میں، مجھے اس سے ملنا چاہئے دیکھیں تو سہی کیا چیز ہیں یہ مس رابیل شفیق؟“ عیسٰی علوی نے خود کلامی کی۔

”اب کیا ہوگا رابی تو کسی صورت علوی صاحب سے ملنے کو راضی نہیں ہو رہی“۔ شفیق حسین نے سر میں انگلیاں پھیرتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

”ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے رابی، بھلا وہ کیوں جائے اس کے گھر اپنے آپ کو دکھانے آخر اس کی بھی کوئی عزت ہے“۔ شمسہ بیگم نے کہا۔

”میں نہیں چاہتا کہ یہ رشتہ ہاتھ سے نکل جائے، گھر آئی دولت کو ٹھکرانا بے وقوفی ہے۔ مجھے ہی کچھ سوچنا ہوگا ان سے رابی کی ملاقات کا کوئی مناسب حل۔ میں ابھی علوی صاحب کو فون کرتا ہوں“۔ شفیق حسین پل میں یہ جا وہ جا، شمسہ بیگم پوچھتی ہی رہ گئیں کہ کہاں جا رہے ہو؟ مگر وہ ان سنی کئے باہر نکل گئے۔

......☆......

وہ اسکول میں تھی، تو چپڑاسی نے آ کر بتایا کہ کوئی صاحب اپنی بچی کے سلسلے میں اس سے بات کرنے آئے ہیں، رابیل دوپٹہ سر پر اوڑھ کر وزٹنگ روم میں چلی آئی، جہاں ایک عمر رسیدہ شخص یعنی عیسٰی علوی موجود تھے، رابیل نے اس کے سراپے پر نگاہ ڈالی۔ وہ پچاس پچپن کا گریس فل بوڑھا لگا اسے جس کی چھوٹی داڑھی میں سفید بالوں کی چاندی چمک رہی تھی۔ قلمیں اور سر کے بال بھی گرے تھے کہیں کہیں سے آنکھوں پر گولڈن فریم والا قیمتی چشمہ لگا رکھا تھا، تھری پیس سوٹ رائل بلیو ڈائس والی ٹائی لگائے، سیاہ بوٹ پہنے، مردانہ پرفیوم سے مہکتا یہ شخص رابیل کو حلیے سے ہی دولت مند محسوس ہوا۔

”السلام علیکم!“ رابیل نے انہیں دیکھتے ہوئے سلام کیا۔

”وعلیکم السلام“۔ عیسٰی علوی نے بغور اسے دیکھتے ہوئے دلکش لہجے میں جواب دیا۔

”تشریف رکھیے“۔

”شکریہ“۔ عیسٰی مسکراتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئے۔ رابیل بھی سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔ سفید شلوار اور نیلی لمبی سی قمیض، دوپٹے میں، میک اپ سے مبرا چہرے کے ساتھ وہ اپنے گلابی مائل سفید رنگ میں، دلکش نین نقوش لئے عیسٰی کو تصویر سے زیادہ حسین لگی۔

”جی فرمایئے“۔ رابیل نے اس سے آنے کا مقصد پوچھا۔

”آپ مس رابیل شفیق ہیں ناں؟“ اس نے تصدیق چاہی۔

”جی ہاں، اور آپ اپنی بچی کے ایڈمیشن کے سلسلے میں آئے ہیں؟“

”جی نہیں، میں رشتے کے سلسلے میں بات کرنے آیا ہوں“۔

”ایکسکیوزمی، آپ غلط جگہ آ گئے ہیں یہ اسکول ہے، میرج بیورو نہیں ہے“۔ رابیل نے اسے تحیر سے دیکھا تھا۔

”میرا نام عیسٰی علوی ہے“۔ اس نے تعارف کرایا۔

”تو......؟“ اس کے انداز میں استعجاب تھا۔

”آپ کو میرا نام سن کر کچھ یاد نہیں آیا؟“

”کیا یاد نہیں آیا؟“

”یہی کے میرے اور آپ کے رشتے کی بات چل رہی ہے“۔

”اوہ آئی سی...... تو آپ ہیں وہ کروڑ پتی صاحب! جو اپنی دولت کے بل پر جوان بیوی چاہتے ہیں“۔ رابیل بری طرح چونکی اور پھر فوراً ہی سنبھل کر بولی۔

”آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟“ وہ اپنی جگہ پر پہلو بدلتا اس کی بدگمانی پر کڑھا تھا۔

”آپ کو میرے بارے میں ایسا کہنے کا کوئی حق نہیں مس رابیل! میں نے آپ کے پیرنٹس سے رابطہ نہیں کیا، آپ کے والد صاحب نے مجھے فون کیا مجھ سے ملنے کے لئے میرے گھر تشریف لائے تھے بمعہ آپ کی تصویر کے“۔

”تو تصویر دیکھنے کے بعد مجھ سے ملنے کا خیال کیوں آیا آپ کو؟“

”جاننا چاہتا ہوں کے اس رشتے کے لئے آپ پر دباؤ تو نہیں ہے؟“ عیسٰی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

”کیا آپ کو مجھ سے یہ سوال پوچھنا چاہئے؟“ رابیل کا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

”آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ آپ سے جو بھی شخص آپ کے اس اخباری اشتہار کے سلسلے میں رابطہ کرے گا، وہ اپنی ہی کسی غرض، ضرورت اور لالچ کے تحت ایسا کرے گا، میرے والد صاحب نے بھی اپنی غربت کی وجہ سے اپنی مجبوری کی وجہ سے آپ سے رابطہ کیا ہے۔ کیونکہ انہیں لگتا ہے کہ اگر ان کی بیٹی کی شادی آپ کے ساتھ ہو جائے گی تو آپ کی دولت سے ان کے بگڑے کام بھی سنور جائیں گے۔ ہم چھ بہنیں ہیں اور ایک چھوٹا بھائی، بڑی بہنوں کی منگنی ہو چکی ہے شادی اس لئے نہیں ہو پا رہی کہ ان کے سسرال والوں کو گھر بھر کے جہیز چاہئے، باقی بہنوں کے رشتے بھی آتے ہیں مگر کچھ ہمارے مالی حالات کو محسوس کر کے دوبارہ نہیں آتے اور کچھ کو ہم خود انکار کر دیتے ہیں کہ پہلے بڑی بیٹیوں کے فرض سے تو فارغ ہو جائیں، ایسے ہی حالات ان لوگوں کے بھی ہوں گے جو آپ سے رابطہ کر رہے ہیں یا کر چکے ہوں گے اب تک؟ آپ سے جو بھی رابطہ کرے گا اپنی ضرورت کے لئے ہی کرے گا“۔ رابیل نے نہایت سنجیدگی سے حالات اس کے سامنے رکھے تھے۔

”تو اس میں غلط کیا ہے؟“ عیسٰی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہم سب نظریہ ضرورت کے تحت ہی تو جی رہے ہیں۔ ایک دوسرے سے ہم اپنی اپنی ضرورت کے حساب سے ہی تو تعلق، رشتے، ناتے جوڑتے ہیں، یہ دنیا تو کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر ہی چل رہی ہے، گیو اینڈ ٹیک ہی رائج ہے ہماری سوسائٹی میں، ایک ہاتھ دے، ایک ہاتھ لے، اسی فارمولے پر کاروبار حیات چل رہا ہے، ہم سب اپنی غرض کے بندے ہیں، اپنی اپنی ضرورتوں کے محتاج، اپنے، اپنے فائدے کے خواہشمند ایک اکیلا آدمی کچھ نہیں

کرسکتا، میں آپ کی ضرورت پوری کرتا ہوں آپ میری ضرورت پوری کردیں“۔

”لیکن رشتے تو کسی مفاد اور غرض سے پاک ہونے چاہئیں، محبت اور خلوص پر مبنی“۔ رابیل کسی سوچ کے زیر اثر کھوئے کھوئے لہجے میں بولی تو عیسیٰ نے چونک کر اسے دیکھا۔

”محبت اور خلوص کے سکے دل کے بازار میں چلتے ہیں مس رابیل! اور ہمارے ہاں اب دل کہاں ہیں دل کی جگہ تجوری ہے، جس میں مفاد اور غرض کے سکے جمع ہوتے ہیں، دولت کے لئے دل کے سودے ہوجاتے ہیں، اور دولت کے لئے محبت میں دھوکے بھی دیئے جاتے ہیں، خیر چھوڑیں اس بحث کو میں جانتا ہوں مجھ سے جو بھی رابطہ کررہا ہے، شادی کے سلسلے میں وہ میری دولت کے لالچ میں ہی کررہا ہے، تو کسی اور کو کیا دیکھنا، پرکھنا ہے اب؟ مجھے آپ کا پرپوزل قبول ہے، اور انشاءاللہ ہم اسی جمعے کو شادی کررہے ہیں، آپ کے والد صاحب سے میں آج ہی بات کرلوں گا، آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے نا؟“ عیسیٰ نے رابیل کے دلکش چہرے کو دیکھتے ہوئے مسکراتے پوچھا تھا۔ اس نے نفی میں سر ہلادیا۔

”آپ میری یہ جاب مت چھڑوایئے گا بس یہی شرط ہے میری“۔

”آپ ایک کروڑ پتی آدمی کی بیوی بننے جارہی ہیں اس معمولی جاب کی کیا ضرورت ہے؟“

”یہ معمولی جاب میرے گھر والوں کے لئے بہت بڑا سہارا ہے“۔ رابیل نے اٹھتے ہوئے اسے دیکھا وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

”آپ کے گھر والے اب میری ذمہ داری ہوں گے“۔

”احسانات کا اتنا بوجھ میرے کندھوں پر مت ڈالئے گا کہ میں آپ کے سامنے سر نہ اٹھا سکوں اور نہ آپ سے نظر ملا سکوں“۔ رابیل یہ کہہ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

”جانتا ہوں، ایک انسان کے لئے اس کی سیلف ریسپیکٹ کتنی ضروری ہوتی ہے“۔ وہ خود کلامی کرتے ہوئے مسکرادیا۔ اور مطمئن ہوکر وہاں سے چلا آیا۔ شفیق حسین اور شمسہ بیگم کی تو سچ مچ لاٹری نکل گئی تھی۔ انہوں نے اپنے بھائی بہن کو بیٹیوں کی شادی کی تاریخ دے دی تھی، اور جہیز کا انتظام عیسیٰ نے کردیا تھا۔ پندرہ دن بعد کومل اور موبل کی شادی تھی اور رابیل کی شادی نہایت سادگی سے گھر والوں اور کومل، موبل کے سسرال والوں یعنی خالہ اور تایا کی فیملیز کی موجودگی میں ہوگئی، انہیں ایک عمر رسیدہ شخص سے ہونے والی شادی پر حیرت تو بہت ہوئی، مگر جب پتا چلا کہ موبل اور کومل کو گھر بھر کے جہیز دیا جائے گا تو ان کی بولتی بند ہوگئی۔

☆

”عیسیٰ لاج“ دو کینال کا وسیع وعریض بنگلہ کسی محل سے کم نہ تھا، رابیل سرخ عروسی جوڑے میں عروسی زیورات اور شاندار میک اپ میں اپسرا لگ رہی تھی، ”عیسیٰ لاج“ میں ایک عمر رسیدہ خاتون انابی نے اس کا سواگت کیا۔ گھر کے ملازموں نے انہیں مبارک باد دی، عیسیٰ کے دو دوست اور ان کی بیگمات جو بارات کے ساتھ گئے تھے یہ مختصر بارات دلہن کو حجلہ عروسی میں پہنچا کر واپس چلے گئے تھے۔ خوبصورتی سے سجے حجلہ عروسی کو رابیل حیرانگی سے دیکھ رہی تھی، موتیئے اور گلاب کی لڑیوں سے بجی سیج، وسیع کمرے میں ہر چیز نئی اور جدید تھی۔ سفید ڈبل بیڈ اور ڈریسنگ ٹیبل بہت ہی دلکش ڈیزائن سے مزین تھے۔ دیوار گیر الماریوں کے سفید منقش دروازے، کمرے کی دیواروں پر سفید پینٹ، سفید رنگ کے جدید طرز کے صوفہ سیٹ، ہر چیز سفید تھی، آئینے کی طرح چمک رہی تھی، کمرہ روشن روشن لگ رہا تھا، فرش پر بلیو رنگ کا قالین بچھا تھا، کمرہ قیمتی فرنیچر سے سجا تھا، کھڑکیاں جو باہر لان میں کھلتی تھیں، ان پر سفید خوبصورت کپڑے

اور ڈیزائن میں سلے پردے پڑے تھے، اے۔ سی بھی آن تھا۔ ایل۔ سی۔ ڈی، ہر چیز نئی اور جدید تھی قیمتی تھی۔ رابیل کو احساس کمتری نے آگھیرا۔

”میں تو کچھ بھی نہیں ہوں عیسیٰ کی اس شاندار جنت کے سامنے“۔ رابیل نے دل میں سوچا۔

”لوگ اس گھر کو جنت کہتے ہیں مگر اس جنت میں ایک حور کی کمی تھی، جو آج دور ہوگئی، تمہارے آنے سے یہ جنت مکمل ہوگئی ہے مسز رابیل عیسیٰ علوی“۔ عیسیٰ کی دلکش آواز نے اسے چونکا دیا، اس نے پلکیں اٹھا کر دیکھا عیسیٰ سفید شلوار اور سیاہ شیروانی میں ملبوس اس کے روبرو تھا۔

”یہ ہے میرا نصیب؟“ اس خیال نے پھر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر دیئے۔

”کیا ہوا دولہا پسند نہیں آیا؟“ عیسیٰ اس کے روبرو بیٹھ گیا۔

”میں سمجھ سکتا ہوں رابیل! کہ تمہارے بھی خواب ہوں گے، ہر لڑکی کی طرح تم نے بھی اپنی شادی کے لئے کچھ سنہرے خواب سجائے ہوں گے اپنی آنکھوں میں، میں تمہارے سب خواب پورے کروں گا بس مجھے دھوکا مت دینا“۔

”دھوکا تو آپ نے جان بوجھ کر کھایا ہے جانتے ہیں ناں کہ یہ رشتہ آپ نے جوڑا نہیں ہے خریدا ہے“۔ رابیل نے نرم مگر سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”تو تم جوڑ لو مجھے خود سے اس رشتے کو امر کردو اپنی محبت سے“۔ عیسیٰ نے سنجیدگی سے اس کے ہاتھ تھام کر کہا تو آنسو اس کے رخساروں پر بہہ نکلے۔

”افوہ، پھر آنسو، یہ لڑکیاں شادی پر اپنی رخصتی کے وقت اتنا روتی کیوں ہیں؟“ وہ اس کے آنسو صاف کررہا تھا۔

”وہ سوچتی ہیں اتنے سالوں بعد دولہا ملا وہ بھی یہ“۔ رابیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو وہ ہنس دیا۔

”شہزادے کے خواب دیکھے ہوں گے تم نے اور مل گیا ریٹائر بادشاہ“۔ اس نے رابیل کے ہاتھ چھوڑ دیئے۔

”آپ چینج کرلیں میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں“۔ عیسیٰ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ اور نجانے کیوں رابیل کا دل ڈوب سا گیا۔

”مجھے ان کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہئے، آخر کو عیسیٰ علوی میری اپنی چوائس ہیں، میرے گھر والوں کی چوائس اور مرضی، بلکہ خوشی، تو مجھے بھی اب اچھی بیوی بننا ہے، شادی ہوگئی ہے میری مجھے اس رشتے کو دل سے نبھانا ہے انہوں نے میری فیملی پر احسان کیا ہے، مجھے ان سے شکوہ کرنے یا ان پر غصہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے“۔ رابیل نے زیورات اتارتے ہوئے سوچا اور عروسی لباس اور زیورات اتار کر سادہ شلوار قمیض پہن لیا۔

”مجھے تو عیسیٰ کا احسان مند ہونا چاہئے کہ انہوں نے میرے گھر والوں کو خوشی دی، میرے ماں باپ کا بوجھ ہلکا کیا ہے۔ عیسیٰ نے میرے گھر والوں کو خوشیاں دیں، تو میں بھی انہیں خوش رکھنے اور ان کا خیال رکھنے کی کوشش کروں گی۔ ہاں میں بیوی ہونے کا ہر فرض نبھاؤں گی انشاءاللہ! مجھے اپنے نصیب پر شاکر رہنا چاہئے“۔ رابیل خود کو سمجھاتی، یقین دلاتی، عزم باندھتی آئینے کے سامنے کھڑی اپنے لمبے، سیاہ سلکی بالوں میں برش پھیر رہی تھی، نگاہ اٹھائی تو آئینے میں عیسیٰ کا عکس نظر آیا وہ کھڑے کھڑے ہی تیز گھومی تو اس کے سلکی مہکتے بال عیسیٰ کے چہرے کو چھوتے ہوئے گزر گئے، کسی اچھے شیمپو کی خوشبو عیسیٰ کی سانسوں میں اتر گئی۔ وہ اتنی حسین لگ رہی تھی اس سادگی میں کے وہ مبہوت رہ گیا۔ سیاہ آنکھوں میں اپنائیت کا رنگ لئے وہ اسے دیکھ کر نظریں جھکا گئی اور شرمیلے پن سے مسکرانے لگی۔ عیسیٰ کو اس کے اس انداز پر حیرت ہوئی وہ تو اس سے غصے کی امید لئے آیا تھا۔

”سوری تمہاری رونمائی کا گفٹ دینا بھول گیا تھا“۔ عیسیٰ نے بمشکل اس کے چہرے سے نگاہ ہٹائی اور اس کے نرم کومل سے ہاتھ کو تھام کر اس کی کلائی میں ڈائمنڈ کا بریسلٹ پہنا دیا۔

”تھینکس، بہت خوبصورت ہے“۔ رابیل نے بریسلٹ کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھا۔

”تم سے زیادہ نہیں“۔ عیسیٰ نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر چہرے کو محبت سے دیکھتے ہوئے کہا، تو اس نے شرما کر نظریں جھکا لیں۔

”آؤ یہاں بیٹھو“۔ عیسیٰ کو اس کے مثبت رویئے سے حوصلہ ہوا، اس نے اسے شانوں سے پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا۔

”رابیل! یہ گھر، میں، میرا سب کچھ تمہارا ہے، انشاء اللہ میں تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دوں گا، اور تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے قریب بھی نہیں آؤں گا“۔

”نکاح نامے سے بڑھ کر بھی کسی اجازت کی ضرورت ہوتی ہے کیا؟“ رابیل نے نظریں جھکائے ہوئے شرمگیں لہجے میں کہا۔

”رابیل، اوہ مائی سوئیٹ ہارٹ“۔ عیسیٰ تو اس کے اس جواب پر حیرت و مسرت سے جھوم اٹھا اور اسے اپنی پناہوں میں سمو لیا۔ محبتوں کے ایک انوکھے پل کا آغاز ہو رہا تھا۔ رابیل کے دل میں اس وقت کوئی دکھ یا پچھتاوا نہیں تھا۔ صرف اس لمحے کا احساس تھا جو عیسیٰ کی جانب سے اس پر محبتوں کی پھوار بن کر برس رہا تھا۔ صبح ناشتے کی میز پر عیسیٰ اور رابیل کے سوا کوئی نہیں تھا۔ ہوتا بھی کیسے وہ دونوں ہی تھے اس گھر کے مکین اب، باقی ملازمین تھے، ناشتے کی میز پر ہر طرح کے پکوان موجود تھے۔

”یہ اتنا کچھ کون کھائے گا؟“

”تم کھاؤ گی“۔ عیسیٰ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ وہ ہنس دی، اس کی ہنسی کے جل ترنگ عیسیٰ کے دل میں ہلچل مچا گئے، وہ انگوری رنگ کے کامدار، پاجامے فراک میں میچنگ چوڑیوں کے لاکٹ سیٹ پہنے، سجی سنوری آنکھوں کے ذریعے دل میں اتر رہی تھی۔

”چشم بدور“۔ عیسیٰ نے ہزار ہزار کے کئی نوٹ رابیل کے سر سے وار کے انابی کو دے دیئے کہ وہ کسی ضرورت مند کو دے دیں، رابیل اس کی اتنی محبت پر مغرور سی ہو گئی۔

”اتنی قیمتی تو نہیں ہوں میں؟“

”تم کیا جانو؟ کتنی قیمتی ہو تم؟ ہیرے کی پہچان تو جوہری کو ہوتی ہے سوئیٹ ہارٹ“۔ عیسیٰ نے اس کے بالوں کو چھیڑا۔

”اچھا! تو جوہری صاحب! اب ناشتہ کر لیں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے“۔ وہ ہنس کر اس کا بازو پکڑ کر بولی۔

”ایک منٹ“۔ وہ بھی ہنس دیا اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔ عیسیٰ نے ملازم کو آواز دی۔

”صاحب! مہمان آ گئے ہیں“۔ غفور (ملازم) نے آ کر اطلاع دی۔ اور اس کے پیچھے ہی رابیل کے میکے والے چلے آ رہے تھے۔ رابیل نے خوشگوار حیرت آنکھوں میں لئے عیسیٰ کو دیکھا وہ مسکراتے ہوئے سر ہلا کر گویا اسے اشارہ کر رہا تھا، انہیں اسی نے مدعو کیا ہے۔ اور ناشتے کی میز پر اتنا اہتمام کس لئے تھا یہ بھی رابیل کی سمجھ میں آ گیا تھا۔ رابیل نے محبت اور تشکر آمیز نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ بہت خوشدلی اور عزت سے اس کے والدین سے گھر والوں سے مل رہا تھا، وہ بھی سب سے مل کر بہت خوش ہوئی تھی، سب نے اکٹھے ناشتہ کیا اور بہت دیر تک وہ سب باتیں کرتے رہے۔ ”عیسیٰ لاج“ کا چپہ چپہ انہوں نے دیکھا اور وہ سب ہنسی خوشی واپس لوٹ گئے۔

”تھینک یو ویری مچ آپ نے میرے گھر والوں کو یہاں مدعو کر کے مجھے بہت خوشی دی ہے“۔ رابیل نے ان سب کے جانے کے بعد عیسیٰ سے کہا۔

”تھینکس بے بی! میں نے کہا تھا نا کہ اب تمہاری اور تمہارے گھر والوں کی خوشی ان کی ذمہ داری میری ہے“۔

”آپ نے جو کیا ہے وہ بہت ہے بس اور نہیں“۔ رابیل نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دھیمے پن سے کہا۔

”کیوں نہیں؟“ وہ مسکرا دیا۔

”میں کوئی احسان نہیں کر رہا تمہارے گھر والوں پر، احسان تو انہوں نے مجھ پر کیا ہے اپنی اتنی حسین و جمیل، خوبصورت اور باحیا بیٹی کو مجھ سے بیاہ کر ورنہ مجھ بیمار بوڑھے کو اس عمر میں کون اپنی بیٹی دیتا؟“

”بہت سے لوگ دے دیتے جیسے میرے ماں باپ نے دے دی اور یہ بیمار والی بات کیوں کہی آپ نے؟ آپ بیمار ہیں کیا؟“ وہ فکر مند ہوئی اس کے بیمار ہونے کا سن کر۔

”ارے نہیں بے بی! بڑھاپا تو خود ایک بیماری ہے“۔ وہ ہنس دیا۔

”نہیں آپ مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں آپ نے ناشتے میں بھی صرف جوس اور ایک سلائس لیا تھا بس“۔ وہ خالص بیویوں والے انداز میں بات کرتی اسے متاثر کر رہی تھی۔

”اچھا! تو آپ ہمارے کھانے، پینے پر نظر رکھے ہوئے تھیں“۔

”جی اس لئے اب جو بھی کریئے گا سوچ سمجھ کر کریئے گا، کیونکہ اب آپ کی حرکتوں پر نظر رکھنے والی آ گئی ہے“۔ رابیل نے مسکراتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا وہ ہنس پڑا۔

”مجھے چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گی نا؟“

”جیتے جی تو نہیں“۔ رابیل نے اس کے سینے پر اپنا سر رکھ دیا۔ لہجے میں پیار تھا، خلوص اور سچائی تھی، جسے محسوس کرتے ہوئے عیسیٰ نے اسے اپنی بانہوں کے حلقے میں لے لیا۔

”اور مرنے میں تمہیں نہیں دوں گا“۔

”اچھا جی!“ وہ ہنسی۔

”ہاں جی“۔ عیسیٰ نے محبت سے اس کے سر پر بوسہ دیا۔

......☆......

موبل اور کومل کی شادی تھی، رابیل بہت خوش تھی کیونکہ اشمل کے لئے عیسیٰ کے دوست فہد کا رشتہ بھی آ گیا تھا، خوبصورت ہونے کا اور عیسیٰ کی سالی ہونے کا فائدہ ہوا تھا، عیسیٰ کا دوست بتیس برس کا تھا، اس کی کمپنی میں کام کرتا تھا اور عیسیٰ سے عمروں کے فرق کے باوجود ان میں ذہنی ہم آہنگی تھی۔ شادی کے تمام اخراجات عیسیٰ نے اٹھائے تھے۔ ”میرج ہال“ میں دونوں شادیاں ایک ساتھ ہو رہی تھیں اور اشمل کی منگنی کی رسم ادا ہونی تھی، فہد کے گھر والے بھی اس موقع پر اشمل کو انگوٹھی پہنا کر اپنی خوشی پوری کرنا چاہتے تھے، اتنی ڈھیر ساری خوشیاں شمسہ بیگم، شفیق حسین اور سب گھر والوں سے سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھیں، شمسہ بیگم اور شفیق حسین نے تو ”شادی ہال“ میں جانے سے پہلے شکرانے کے نوافل ادا کئے تھے، شادی ہال کے تمام انتظامات عیسیٰ نے کروا دیئے تھے، رابیل، عیسیٰ کی بہت احسان مند تھی۔ مجنڈا کلر کی بھاری کام والی پشواز دوپٹہ اور چوڑی دار پاجامہ، خوبصورت زیورات سے سجی سنوری رابیل خود بھی دلہن لگ رہی تھی، دونوں ہاتھوں میں ڈھیر ساری میچنگ چوڑیاں پہنے، بالوں کو لمبی سی چٹیا میں مقید کئے، ہائی ہیل پہنے، مسکراتی ہوئی وہ جب عیسیٰ کے سامنے آئی تو وہ تو اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

"کیسی لگ رہی ہوں؟" رابیل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"حور شمائل، کون کہتا ہے کہ حوریں صرف جنت میں ہی ملتی ہیں، مجھے تو اس دنیا میں اس زمین پر ہی حور مل گئی ہے"۔ عیسیٰ نے اس کے قریب آ کر اسے محبت پاش نظروں سے دیکھا۔

"عیسیٰ......" وہ شرما گئی۔

"جان عیسیٰ، آج تو آپ نظر لگ جانے کی حد تک حسین لگ رہی ہیں"۔

"تو آپ کیا کسی سے کم ہیں ماشاءاللہ اتنے گریس فل ہیں"۔ رابیل نے چاہ سے اسے دیکھتے ہوئے دل سے کہا۔

"بدلا چکا رہی ہونا"۔

"آپ نے جو کچھ میرے لئے کیا ہے اس کا بدلا تو میں کبھی بھی نہیں چکا پاؤں گی، تھینک یو عیسیٰ، تھینک یو فار ایوری تھنگ"۔ رابیل نے سنجیدگی سے مگر دل سے اس کے احسانات کا شکریہ ادا کیا۔

"نو تھینکس، کیا کہا تھا میں نے؟" عیسیٰ نے اسے چشمے کے پیچھے سے گھورا۔

"میں نے بھی آپ سے کچھ کہا تھا"۔

"اچھا! چلو تمہیں دیر ہو رہی ہے وہاں شادی میں سب تمہارا ویٹ کر رہے ہوں گے"۔ عیسیٰ نے نرمی سے بات بدل دی۔

"ہاں مگر آپ تو تیار ہو جائیں"۔

"سوری بے بی! میں تمہارے ساتھ نہیں جا رہا تمہیں ڈرائیور چھوڑ آئے گا"۔ عیسیٰ نے اپنا چشمہ اتار کر انگلیوں کی پوروں سے آنکھوں کو سہلایا۔

"مگر کیوں؟" رابیل نے تحیر آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔

"سمجھا کرو بے بی! وہاں تمہارے خاندان کے سب لوگ موجود ہوں گے وہ تمہیں دیکھ کر تم سے بات کریں گے، لیکن اگر میں تمہارے ساتھ گیا تو وہ لوگ سو باتیں بنائیں گے اور میں نہیں چاہتا کہ تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو میری وجہ سے کچھ سننا پڑے اور خوشی کے اس موقع پر تمہیں کوئی دکھ پہنچے"۔ وہ ٹشو پیپر سے اپنا چشمہ صاف کرتے ہوئے اسے حقیقت سے آشنا کرتا اس کا خیال اور احساس کرتا اسے اپنے دل کے بے حد قریب محسوس ہوا۔

"لوگ کب باتیں نہیں بناتے؟ بس آپ چل رہے ہیں میرے ساتھ"۔

"ضد نہیں کرتے سوئیٹ ہارٹ"۔ عیسیٰ نے چشمہ لگا کر اسے دیکھا۔

"تم جانتی ہو نا کہ میں ایسا کیوں کہہ رہا ہوں، کیا کہیں گے وہ سب کے دولت کے لالچ میں بوڑھے سے بیاہ دیا تمہیں، ویسے بھی تمہارے ساتھ مجھے دیکھ کر یہی کہیں گے لوگ کے"۔

"دیکھو، حور کے پہلو میں لنگور"۔

"عیسیٰ"۔ وہ تڑپ کر بولی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہوں"۔ وہ ہنسا۔

"کس نے کہہ دیا آپ سے کہ آپ ہمیشہ ٹھیک ہی کہتے ہیں؟ آپ شوہر ہیں میرے، آپ کو کوئی حق نہیں ہے میرے شوہر کے بارے میں ایسی فضول بات کرنے کا، آپ اپنی نہیں میری بھی انسلٹ کر رہے ہیں۔ اگر میں نے دل سے آپ کو قبول کر لیا ہے تو"۔ وہ مزید بول نہ سکی آنسو گلے میں پھنس گئے تھے۔ عیسیٰ بے چین ہو گیا تھا۔

"رابیل! آئی ایم سوری پلیز رو نہیں"۔ اس نے اس کے آنسو پونچھے۔

"پلیز سوئیٹ ہارٹ! ناراض نہ ہو، میری بات سمجھو میں تم سب کو کسی مشکل یا الجھن میں نہیں ڈالنا چاہتا تم کہہ دینا سب سے کہ میں ملک سے باہر گیا ہوا ہوں۔ بعد میں سب سے مل لوں گا لیکن یہ موقع مناسب نہیں ہے پلیز ٹرائی ٹو انڈرسٹینڈ"۔ وہ بہت پیار سے اسے سمجھا رہا تھا وہ بھی اس کی بات سمجھ رہی تھی، وہ کتنا کیئرنگ تھا، کتنا مخلص تھا اس کی سوچ اور امیدوں کے برعکس بہت نیک دل تھا وہ۔

"عیسیٰ"۔ اس کے لب کپکپائے۔

"کہو میری جان!" وہ محبت سے بولا۔

"آئی لو یو"۔ رابیل بے اختیار ہی اس سے لپٹ گئی۔ عیسیٰ کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کے کومل وجود کا احساس بھی اسے یہ یقین دلانے سے قاصر تھا۔

"کیا واقعی رابیل کو مجھ سے محبت ہو گئی ہے مجھ بوڑھے سے؟ کہیں یہ مجھے محبت کا فریب دے کر میرا اعتبار جلد از جلد جیت کر میری پراپرٹی ہتھیانے کے چکر میں تو نہیں ہے۔

"یہ چوبیس برس کی بھی نہیں ہوئی ابھی اور ایک ساٹھ برس کے آدمی سے محبت کا اظہار کر رہی ہے، نہیں، نہیں یہ سب فریب ہے، میں نے اس پر، اس کے گھر والوں پر جو عنایات کی ہیں اس کے تشکر کا احساس ہے اور بس، وقتی اثر ہے ورنہ یہ کہاں، مجھ سے محبت کر سکتی ہے؟ مجھ سے تو آج تک کسی نے محبت نہیں کی، میری طرف جو بھی لڑکی آئی تھی میری دولت کی کشش اسے مجھ تک لائی، کیا یہ بھی ان جیسی ہو گی؟ جلد از جلد مجھ سے پراپرٹی حاصل کر کے چھٹکارا حاصل کرنے کے خیال سے یہاں آنے والی بعد میں اپنے من پسند مرد سے شادی کر کے عیش کی زندگی بسر کر سکے"۔ عیسیٰ کے دل و دماغ میں زندگی کے تلخ تجربات کی وجہ سے خدشات اور سوالات سر اٹھا رہے تھے۔

"یقین نہیں آ رہا نا آپ کو مجھ پر"۔ رابیل نے اس کے سرد رویئے پر خود سے اپنی بے اختیاری پر شرمندہ ہوتے ہوئے اس سے الگ ہو کر کہا تو وہ چونک گیا۔

"اوہ، نن، نہیں ایسی بات نہیں ہے"۔ وہ سٹپٹا کر بولا۔

"آپ کو شک ہے نا مجھ پر میرے خلوص پر، ہونا بھی چاہئے آخر لاکھوں روپے خرچ کئے ہیں آپ نے مجھے بیوی بنانے کے چکر میں"۔

"رابی! یہ بات نہیں ہے مجھے تو اپنی قسمت پر رشک آ رہا ہے کہ مجھے اتنی حسین بیوی ملی ہے"۔ وہ حیران تھا کہ اس نے اس کی سوچ و خیال کو کیسے پڑھ لیا تھا۔

"میں چلتی ہوں ولیمے کے بعد آ جاؤں گی۔ آپ اپنا خیال رکھئے گا۔ اللہ حافظ"۔ رابیل نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے مسکرا کر کہا اور اپنا سوٹ کیس اٹھا کر باہر نکل گئی۔

"او شٹ...... یہ میں نے کیا، کیا؟" عیسیٰ نے بے بسی اور غصے سے مکا بنا کر اپنے بائیں ہاتھ پر مارا اور سر پکڑ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"وہ اتنی محبت سے میرے قریب آئی تھی اور میں نے اسے اس کی پیش قدمی پر شرمندگی اور شک سے دوچار کر دیا، اسے ہرٹ کر دیا، ٹھیک ہی کہتی تھی رابیل، میں اس کے خلوص پر شک کر رہا تھا، دل یقین کرنا بھی چاہے تو دماغ ماضی کے تلخ تجربات سامنے لے آتا ہے"۔ وہ بے چینی و اضطرابی کیفیت میں گھرا سوچ رہا تھا۔

......☆......

"عیسیٰ کا کوئی قصور نہیں ہے وہ بھلا ایک دم سے کیسے یقین کر سکتے ہیں، میری محبت و خلوص پر بہر حال میں ان کا

یقین اور اعتبار جیت لوں گی اپنی محبت اور خدمت سے انشاء اللہ"۔ رابیل نے دل میں کہا اور خوشی خوشی شادی ہال میں داخل ہوگئی۔ سب نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا کیونکہ اب وہ ایک کروڑ پتی شخص کی بیوی تھی، اور رابیل اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ عزت اس کی نہیں اس دولت کی ہو رہی ہے جو عیسیٰ علوی کے نام سے جڑی تھی اور اب اس کی تھی۔ کومل اور موومل دلہن بنی بے حد حسین لگ رہی تھیں۔ رابیل ان سے مل کر اسٹیج سے نیچے آ گئی، جہاں مومل، کومل کی ساسیں، اشمل کی ہونے والی ساس اور نندیں بھی موجود تھیں۔ اشمل بھی بہت پیاری لگ رہی تھی پنک شرٹ اور ٹراؤزر میں اور دوپٹے پر نفیس کام کیا گیا تھا۔

"اے رابی! تمہارا دولہا نہیں آیا شادی میں؟" خالہ نے پوچھا۔

نہیں خالہ! وہ ملک سے باہر گئے ہیں ایک ہفتے کے لئے"۔ رابیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہیں ساتھ نہیں لے گئے"۔ تائی بھی بولیں۔

"وہ بزنس ٹوئر پر گئے ہیں تائی جان"۔

"اچھا! تو ہنی مون کا کیا پروگرام ہے؟" خالہ کی بیٹی نے شوخی سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ امریکہ سے لوٹ آئیں گے تو پروگرام بنائیں گے"۔ رابیل نے مسکراتے ہوئے خوبصورتی سے بات بنائی تھی۔

"رابی! میں نے سنا ہے کہ تیرا دولہا بوڑھا ہے میرا مطلب ہے عمر میں بڑا ہے تجھ سے"۔ مامی نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے کریدا۔

"مامی! میں انہیں آپ سب سے ملواؤں گی پھر خود ہی دیکھ لیجئے گا کہ میرا دولہا کیسا ہے؟" وہ مسکرا رہی تھی۔ دل میں اس بات نے سوئی سی چھبو دی تھی مگر اسے تو اب مسکرانا تھا، اس رشتے کو دل سے نبھانا جو تھا۔

"ہاں، ہاں کیوں نہیں، اور اگر عمر میں بڑا بھی ہے تو خیر ہے مرد کی عمر کون دیکھتا ہے، مرد کی تو دولت اور کمائی دیکھی جاتی ہے اب دیکھو نا تمہارے نصیب سے تمہاری بہنوں کے بھاگ بھی جاگ گئے"۔ مامی نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی، جہاں بارات کے آنے کا شور اٹھ چکا تھا، رابیل کو اس وقت عیسیٰ کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی، رابیل نے اپنے سیل فون سے عیسیٰ کے نمبر پر "مس یو" کا میسج بھیج دیا، جسے پڑھ کر عیسیٰ کے دل میں کچھ ہوا تھا، مگر اس نے اس خیال و احساس کو جھٹک دیا تھا۔ بارات کا استقبال بہت شاندار طریقے سے کیا گیا۔ قبول و ایجاب کی رسمیں ادا کی گئیں۔ مبارک سلامت کا شور بلند ہوا۔ اشمل کو بھی فہد ضیاء کے نام کی انگوٹھی پہنا دی گئی، خوشیوں، رنگوں اور خوشبوؤں کا سیلاب امنڈ آیا تھا۔ سب گھر والوں، قریبی رشتوں کے جھمگٹے میں فوٹو سیشن کے بعد مومل اور کومل کو دعاؤں، آنسوؤں اور قرآن پاک کے سائے تلے رخصت کیا گیا، رابیل خوش تھی کے اس ایک فیصلے نے اس کی بہنوں کو سہاگن بنا دیا، وہ اپنے آنسو صاف کر رہی تھی جب عیسیٰ کا فون آ گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے اپنے سیل فون کی اسکرین پر عیسیٰ کا نام روشن ہوتے دیکھا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام، سوئیٹ ہارٹ! بہت بہت مبارک ہو تمہیں تمہاری بہنوں کی شادی بہت شان سے ہوگئی ہے ماشاء اللہ"۔ عیسیٰ نے خوشدلی سے اسے مبارک باد دی۔

"خیر مبارک، تھینک یو عیسیٰ! یہ سب آپ کی بدولت ممکن ہوا ہے"۔ وہ تشکر سے بولی۔

"مائی ڈیئر! مابدولت اور میری دولت اب آپ ہی کی ہے، کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتانا۔

فضائل قرآن

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

★ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

★ حق سبحانہ وتقدس کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی، میں اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہ کے کلام کو سب کاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہ کو تمام مخلوق پر۔

★ حسد دو شخص کے سوا کسی پر جائز نہیں۔ ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور دن رات اس میں مشغول رہتا ہے دوسرے وہ جس کو حق سبحانہ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے۔

★ حق تعالیٰ شانہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ عطا کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔

★ قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا۔ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ بس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہنچے۔

★ جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کے لئے اس حرف کے عوض ایک نیکی اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارا (الم) ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف، میم ایک حرف ہے۔

★ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اسکے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا جسکی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی اگر وہ آفتاب تمہارے گھر میں ہو۔ پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔

★ جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام حق تعالیٰ شانہ اس کو جنت میں داخل فرمادیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرماویں گے جس کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہو۔

★ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزل ویران گھر کے ہے۔

★ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ ان کی صفائی کی کیا صورت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

★ تم لوگ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہ سے نکلی ہے یعنی کلام پاک۔

★ جو شخص ایک آیت کلام اللہ کی سنے اس کیلئے دو چند نیکی لکھی جاتی ہے اور جو تلاوت کرے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

★ کلام اللہ کو آواز سے پڑھنے والا علانیہ صدقہ کرنے والے کے مشابہ ہے اور آہستہ پڑھنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔

★ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا نہ کوئی نبیؑ نہ فرشتہ وغیرہ۔

★ اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لے تو نوافل کی سو 100 رکعات سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

★ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے انہوں نے کہا کہ قرآن شریف۔

"ضرورت ہے"۔ رابیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کس کی؟"
"آپ کی"۔
"ریئلی"۔ عیسیٰ ہنس پڑا۔
"جی، میں نے آپ کو بہت مس کیا عیسیٰ"۔
"اب تم مجھے بنا رہی ہو بیوی"۔
"بنانے یا بگاڑنے کا اختیار تو آپ کے پاس ہے سرتاج"۔
"اوکم آن بے بی! ڈونٹ وری، میں کبھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑوں گا نہ ہی تم سے بگاڑوں گا، جب تک کہ تم نہ چاہو"۔ عیسیٰ نے ہنس کر کہا تو اس نے فوراً سوال کیا۔
"اور میں کیوں بگاڑوں گی آپ سے؟"
"یہ تو تم ہی جانو! اوکے ٹیک کیئر، بائے"۔ عیسیٰ نے مزید کچھ سنے بغیر ہی فون بند کر دیا۔
"عیسیٰ کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے کوئی بات نہیں اعتبار بھی آ ہی جائے گا اور پیار بھی، میرا نام بھی رابیل ہے دیکھتی ہوں کب تک میری محبت پر یقین نہیں کرتے"۔ رابیل نے دل میں سوچا اور مسکراتی ہوئی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی، جہاں سب گھر جانے کے لئے اس کا انتظار کر رہے تھے۔
"رابی بیٹی! تم خوش تو ہو نا عیسیٰ کے ساتھ؟" رات کافی ہو چکی تھی لیکن وہ سب جاگ رہے تھے، شادی کی ہی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک شمسہ بیگم نے اسے مخاطب کیا۔
"جی امی، میں خوش ہوں عیسیٰ بہت اچھے انسان ہیں، میری ہر ضرورت کا خیال رکھتے ہیں"۔ رابیل نے دل سے اعتراف کیا تو انہیں اطمینان ہو گیا۔
"تمہاری کیا وہ تو ہم سب کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھتے ہیں اللہ انہیں بہت دے، صحت، زندگی دے"۔ شفیق حسین نے دل سے کہا۔
"رابی تم اس بوڑھے کے ساتھ ساری زندگی کیسے گزارو گی"۔ سجل نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔
"سجل، تمیز سے بات کرو وہ میرے شوہر ہیں"۔ رابیل نے اسے ڈپٹا۔ مگر وہ پھر بھی بولنے سے باز نہ آئی۔
"ہاں تو میں نے کون سا غلط کہا ہے ان کی ساری زندگی تو گزر ہی گئی ہے، ساٹھ کے وہ ہیں دو چار سال اور جی لیں گے پھر کیا تم ساری زندگی ان کے نام پر ہی بیٹھی رہو گی؟ تم جوان ہو، خوبصورت ہو"۔
"شٹ اپ، سجل! ایک تو ہم نے اپنی غرض اور لالچ میں عیسیٰ کو اپنایا ہے اور اس پر تم یہ بکواس کر رہی ہو، تمہیں تو کوئی بوڑھا بیاہنے نہیں آ رہا جو تمہیں اتنی بے چینی ہو رہی ہے، میں نے اپنی خوشی سے یہ شادی نہیں کی تھی لیکن میں دل سے اس رشتے کو نبھا رہی ہوں آپ سب کی خوشی کے لئے، رشتوں کا احترام کرنا ان کی قدر کرنا سیکھو سجل"۔ رابیل نے سپاٹ اور تیز لہجے میں کہا تو سجل شرمندہ سی ہو گئی۔
"رابی! تم اس کی بات دل پر نہ لو یہ تو ایسے ہی بکتی ہے، پگی، پکائی جو مل رہی ہے نا اسے"۔ شمسہ بیگم نے اسے ٹھنڈا کرنا چاہا۔
"ہاں تو اور کیا ہم تو عیسیٰ بھائی کے احسانات تلے دب گئے ہیں اور یہ فضول بول رہی ہے"۔ سجل سے چھوٹی ریمل نے کہا۔

"امی، ابو، بس اب آپ لوگ عیسیٰ سے مزید کچھ نہیں لیں گے۔ انہوں نے آپ کی تین بیٹیاں بیاہ دیں۔ چوتھی کا رشتہ بھی طے کروا دیا، اور کیا چاہئے آپ کو؟ آپ تو ساری زندگی یہ نہ کر سکتے وہ بھی چند دنوں میں"۔ رابیل نے شمسہ بیگم اور شفیق حسین کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔
"ہاں بیٹی! تم ٹھیک کہہ رہی ہو، عیسیٰ کی وجہ سے ہی آج ہمارا آدھا بوجھ اتر گیا"۔ شمسہ بیگم نے تسلیم کیا۔
"بالکل، اور ویسے بھی اب تم عیسیٰ کی بیوی ہو اس کے سیاہ و سفید کی مالک ہو، تم خود ہی ہمارا خیال کر لینا، یہ بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ ہم نے تمہیں اس بوڑھے آدمی سے صرف اپنی ضرورتوں کے لئے بیاہا تھا اور وہ ضرورتیں اب تم نے ہی پوری کرنی ہیں"۔ شفیق حسین نے بے مروتی و خود غرضی سے کہا تو رابیل نے بہت دکھ سے انہیں دیکھا۔
"ابو! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" اشمل کو ان کی بات بری لگی تھی بے کل ہو کر بولی۔
"تم چپ رہو"۔ شفیق حسین نے اسے گھورا۔
"کیوں ابو! کیا تین بیٹیوں کی مفت میں شادی اور چوتھی کا رشتہ طے ہو جانا بلکہ دس لاکھ روپے وہ آپ کو میری شادی کے لئے ایڈوانس میں دے چکے ہیں اس پر بھی آپ کا دل نہیں بھرا، بلکہ لالچ بڑھتا جا رہا ہے آپ کے دل میں۔ ہم آپ کی ذمہ داری ہیں عیسیٰ بھائی کی نہیں مفت میں ایک پیسہ خرچ کئے بنا آپ کی بیٹیوں کی شادی ہو گئی۔ پھر بھی آپ کی نظر ان کی دولت پر لگی ہے، اگر رابی، یہ شادی نہ کرتی تو کیا موئل اور کومل اس وقت اپنے سسرال میں ہوتیں؟ نہیں نا، کچھ تو احساس کریں آپ، دونوں، بیٹیوں کو ان کی اپنی نظروں میں گرا رہے ہیں اور ان کے سسرالیوں کے سامنے بھی شرمندہ کرانا چاہتے ہیں، رابی کو اس قابل تو رہنے دیں ابو، کے وہ اپنے شوہر کے سامنے نظریں اٹھا کر جی سکے"۔ اشمل غصے سے بول رہی تھی جبکہ رابیل حیرت، غصے، دکھ اور بے بسی کی تصویر بنی بیٹھی تھی۔ رابیل کو نہیں بتایا تھا عیسیٰ نے کہ وہ اس کے والد کو اشمل کی شادی کے لئے دس لاکھ روپے دے چکا ہے، وہ تو سچ مچ اس سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی تھی، بس ایک اطمینان تھا اسے کہ وہ عیسیٰ کے ساتھ مخلص تھی، انہیں دھوکا نہیں دے رہی تھی، دل سے انہیں قبول کر چکی تھی، ان کی اچھائیوں کی بدولت ان سے محبت کرنے لگی تھی۔
"رابی کے ابو، اشمل ٹھیک کہہ رہی ہے، ہم عیسیٰ میاں کے سامنے نظر نہیں اٹھا سکتے اب، بہت کر دیا انہوں نے ہمارے لئے بس اب اور نہیں، ہمارا تو آدھے سے زیادہ بوجھ بانٹ لیا انہوں نے، اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کریں ہم اتنا ہی کم ہے"۔ شمسہ بیگم نے بھی سنجیدگی سے انہیں سمجھایا۔
"اچھا ٹھیک ہے، سو جاؤ اب تم سب رات بہت ہو گئی ہے"۔ شفیق حسین نے کھسیانے ہو کر کہا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔
"رابی! تجھے کوئی ضرورت نہیں ہے اب ان کے مطالبے پورے کرنے کی، بس تو اپنے شوہر کا خیال رکھ"۔ اشمل نے رابیل کا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے کہا۔
"اشمل! مجھے عیسیٰ نے نہیں بتایا کہ انہوں نے تمہاری شادی کے لئے ابو کو دس لاکھ روپے دیئے ہیں"۔
"اوہ...... یقیناً وہ بہت اچھے انسان ہیں جو اپنی بیوی کو شرمندہ نہیں دیکھ سکتے جبھی نہیں بتایا، رابی، ان کا خیال رکھنا"۔ اشمل نے اس کی بات سن کر دل سے کہا۔
"ہاں وہ تو میں رکھوں گی"۔

......☆......

ولیمہ بھی خیریت سے ہو گیا تھا، رابیل نے ڈرائیور کو فون کر دیا تھا۔ وہ گاڑی لے کر آ گیا اور رابیل کو "عیسیٰ لاج"

لے آیا۔

"السلام علیکم، انابی!" رابیل نے انابی کو عیسیٰ کے بیڈروم سے باہر نکلتے دیکھا تو خوشدلی سے مسکراتے ہوئے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام رابیل بیٹی! آ گئیں تم، بہنوں کی شادی مبارک ہو بیٹی"۔ انابی نے خوش ہو کر اسے مبارک باد دی۔

"خیر مبارک انابی! بہت شکریہ، یہ سوپ کس کے لئے ہے؟" رابیل نے ان کے ہاتھ میں سوپ کا پیالہ دیکھ کر پوچھا۔

"عیسیٰ میاں کے لئے بنایا تھا مگر وہ پی ہی نہیں رہے۔ دو دن سے بخار میں جل رہے ہیں"۔

"کیا؟" رابیل پریشان ہو گئی۔

"مجھے کیوں نہیں بتایا آپ نے؟"

"عیسیٰ بابا نے منع کیا تھا بتانے سے وہ تو آپ کے جانے کے بعد سے ہی بستر سے لگے ہوئے ہیں، گردوں کا مسئلہ ہے ناں، وہ کیا کہتے ہیں؟ ہاں ڈائیلاسز ہوا تھا ناں کل"۔ انابی نے مزید معلومات فراہم کیں تو عیسیٰ کی بیماری کا سن کر تو وہ بے دم سی ہو گئی۔

"کیا عیسیٰ کی حالت اتنی خراب ہے؟"

"ہاں بیٹی، ڈاکٹر نے گردے تبدیل کرانے کا مشورہ دیا ہے، عیسیٰ بابا تو ڈاکٹر کی بات ہی نہیں مانتے، اب تم ان کا خیال رکھو اب وہ اکیلے تو نہیں ہیں ناں تمہاری ذمہ داری ہے ان پر"۔ انابی اسے سمجھاتی، بتاتی کچن کی طرف بڑھ گئیں اور وہ دل تھام کر رہ گئی۔ رابیل نے خود کو سنبھالا اور اپنے اور عیسیٰ کے بیڈروم میں داخل ہوئی، عیسیٰ بیڈ پر موجود تھا۔ سو رہا تھا شاید، وہ بے قراری سے دوڑ کر اس کے پاس آئی، بیڈ کے کنارے پر بیٹھ کر اسے پکارا۔

"عیسیٰ!" اس کے وجود میں کوئی حرکت نہ ہوئی تو اس نے گھبرا کر اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں سمو لیا۔

"عیسیٰ! آنکھیں کھولیں ناں پلیز"۔ عیسیٰ نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں تو رابیل کو خود پر جھکے پایا، اس کے ملبوس سے اٹھتی خوشبو نے عیسیٰ کے حواس بیدار کر دیئے، رابیل کے چہرے پر بدحواسی چھائی ہوئی تھی۔

"رابیل! کیا ہوا ہے بی؟" عیسیٰ کا لہجہ تفکر لئے ہوئے تھا، آواز خشک تھی جیسے کب سے پانی نہ پیا ہو۔

"آپ کو کیا ہوا ہے؟ مجھے نہیں بتایا کہ آپ کو بخار ہے؟" وہ سیدھی ہو گئی اور شکوہ کرنے لگی۔

"تمہیں بتا کر تمہاری خوشی کو خراب نہیں کرنا چاہتا تھا اور یہ سب تو چلتا رہتا ہے، لیکن بہنوں کی شادی کا یہ یادگار موقع پھر تو نہیں آتا ناں، کیسی رہی شادی؟" عیسیٰ اٹھتے ہوئے دھیمے پن سے بولا رابیل نے اسے سہارا دے کر پیچھے تکیہ لگا کر بٹھا دیا۔

"اللہ کا شکر ہے، بہت اچھی رہی، لیکن ایک چیز اچھی نہیں لگی"۔ رابیل نے اس کے بالوں کو انگلیوں سے سنوارا۔

"وہ کیا؟" عیسیٰ نے اس کے سندر چہرے کو دیکھا۔

"آپ کی غیر موجودگی"۔

"واقعی.....؟"

"جی، میں نے آپ کو بہت مس کیا، بہت زیادہ مس کیا"۔ رابیل نے محبت سے اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں سرخ لکیروں کا جال بچھا تھا، چہرہ الگ تپا ہوا تھا، بخار سے اس کی حالت سچ مچ کمزور محسوس ہو رہی تھی۔ "سب کچھ تھا بس ایک کمی تھی"۔

"کیا؟"

"آپ کے ساتھ کی کمی میں نے بہت محسوس کی"۔ رابیل نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دل سے کہا تو وہ ہنس کر بولا۔

"ارے تو تم یہ سمجھ لیتیں کہ میں ہوں، ہی نہیں"۔

"اللہ نہ کرے"۔ رابیل نے تڑپ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"دوبارہ ایسا مت کہیے گا، سنا آپ نے اور اب آپ نے اپنا ٹھیک سے علاج کروانا ہے ورنہ"۔

"ورنہ کیا؟" عیسیٰ نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

"میں خود اپنے ہاتھوں سے آپ کا گلا دبا دوں گی"۔

"اچھا!" عیسیٰ کو ہنسی آ گئی وہ روٹھی روٹھی سی اس کے لئے فکر مند ہوتی اسے بے حد اپنی محسوس ہو رہی تھی۔

"اتنی اچھی بات پر تو تمہیں گلے لگانے کو دل چاہ رہا ہے"۔

"عیسیٰ....." رابیل سچ مچ اس کے گلے سے لگ کر رو دی۔

"آپ کو تو مذاق سوجھ رہا ہے نا، لیکن میں آپ کو سچ مچ دل سے پیار کرتی ہوں اور آپ کو صحت مند، سلامت دیکھنا چاہتی ہوں"۔

"میں ٹھیک ہوں ڈونٹ وری ہنی"۔ عیسیٰ نے مسکراتے ہوئے اس کے سر کو تھپکا۔

"کیسے ٹھیک ہیں آپ؟" وہ اس سے الگ ہو کر بولی۔

"اتنا تیز بخار ہے اور انابی نے مجھے سب بتا دیا ہے آپ کو کڈنی کی تکلیف ہے، اور آپ نے مجھے بتایا تک نہیں"۔

"بتا کر تمہیں بھی پریشان کرتا کیا فائدہ؟"

"اپنی منطق اپنے پاس رکھیں، میاں، بیوی کا رشتہ ایسا نہیں ہوتا کہ ایک دوسرے سے اتنی بڑی باتیں چھپائی جائیں"۔

"لیں پانی پئیں"۔ اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے جگ میں سے گلاس میں پانی انڈیل کر اسے پانی پلایا۔

"میں آپ کے کھانے کے لئے کچھ لاتی ہوں"۔

"تم رہنے دو اس کام کے لئے ملازم موجود ہیں تمہارے گھر میں سب کام تمہیں خود کرنے پڑتے ہوں گے، لیکن یہاں ہر کام کے لئے ملازم موجود ہیں"۔ جانے کیوں عیسیٰ نے جان بوجھ کر اس پر طنز کیا تھا، جسے رابیل نے خوشدلی سے سہہ لیا تھا۔

"میں آپ کی بیوی ہوں آپ کی خدمت کرنا میرا فرض ہے، کام یا ملازمت نہیں ہے کہ جس کی آپ مجھے ہر ماہ تنخواہ دیں گے، اور اگر ہر کام کے لئے ملازم موجود تھے تو آپ نے اس عمر میں اس بیماری کے ساتھ شادی کیوں کی؟"

"اپنی جائیداد کے وارث کے لئے"۔ وہ گہرا سانس لے کر بولا۔

"میرے مرنے کے بعد میری دولت و جائیداد کس کو ملتی؟"

"آپ اپنی جائیداد سے کوئی ٹرسٹ بنا سکتے تھے کوئی فلاحی ادارہ قائم کر دیتے، یا کسی فلاحی ادارے کو ٹرسٹ یا تنظیم کو اپنی پراپرٹی ڈونیٹ کر دیتے اس کا ثواب آپ کو تاحیات ملتا رہتا، شادی کرنا ضروری تھا کیا؟" رابیل نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں میں اپنی پہچان چاہتا تھا میرے بعد میری اولاد"۔

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

''بھول ہے آپ کی''۔رابیل نے بڑی سرعت سے اس کی بات کاٹی تھی۔
''آپ کی اولاد آپ کے بغیر کیسے پرورش پا سکتی ہے؟''
''پیسے سے سب کچھ ممکن ہے رابیل جی! میرے پاس اتنی دولت ہے کہ سات نسلیں بیٹھ کر کھا سکتی ہیں، پیسہ باپ کی کمی محسوس ہی نہیں ہونے دیتا''۔عیسٰی نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔
''آپ کی ہر بات پیسے سے شروع ہو کر پیسے پر ہی ختم ہوتی ہے، پیار کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے آپ کے دل میں، آپ کی زندگی میں؟ آپ نے شادی کے معاملے میں بھی صرف اپنا ہی سوچا اور اس لڑکی کا کیا جسے آپ بھری جوانی میں بیوہ کرنے کا سوچے بیٹھے ہیں''۔وہ تلخی سے بولی۔
''نہیں ایسا نہیں ہے میں نے تمہارا بھی سوچا ہے میری یہ دولت تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے کام آ رہی ہے نا یہ بھی تو نیک کام ہے کہ کچھ لڑکیوں کی شادی ہو گئی اور تمہارے بھائی کو بھی میں انشاء اللہ باہر اعلیٰ تعلیم کے لئے بھجواؤں گا''۔
''بڑی نوازش آپ کی بہت نیکی کے کام کر رہے ہیں آپ تو، جاتے جاتے نیکی کے کام ہی کرنے چاہئیں تاکہ آپ کی آخرت سنور سکے''۔رابیل نے ناراض لہجے میں کہا۔
''ناراض مت ہو''۔وہ دھیرے سے ہنسا۔
''مجھے آپ کی دولت نہیں چاہئے یہ دولت آپ کسی اور کے کھاتے میں ڈال دیں''۔وہ ناراضی سے بولتی ہوئی اٹھ گئی۔
''تم بیوی ہو میری، مجھ پر تمہارا حق ہے، میری ہر چیز تمہاری ہے تم ہی کو ملے گی''۔عیسٰی نے اسے دیکھتے ہوئے جتایا۔
''مجھے آپ کی دولت نہیں، محبت چاہئے صرف محبت''۔
''محبت بنا دولت کے کچھ بھی نہیں ہے، جیسے کسی مردہ انسان کو آکسیجن دے کر زندہ رکھنے کی سانس دینے کی کوشش کی جا رہی ہو، تمہاری عمر کا تقاضا ہے محبت کے خواب دیکھنا''۔عیسٰی نے تلخی سے مسکراتے ہوئے اسے جتایا۔
''موت بھی کتنی بے درد ہوتی ہے خوبصورت چہروں کو بھی نگل لیتی ہے''۔رابیل نے دکھ اور بے بسی سے عیسٰی کے چہرے کو دیکھا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔
''چند دنوں کی رفاقت میں کیا کسی کی محبت اور اس کے نیک نیت ہونے پر یقین کیا جا سکتا ہے؟''عیسٰی نے خود سے سوال کیا تھا۔اور جواب رابیل کے حق میں آیا تھا۔
''نہیں یہ بہت جلدی ہے برسوں کے ساتھ پل بھر میں ختم ہو گئے تو یہ چند دنوں کا ساتھ کیسے رابیل کی نیک نیتی ثابت کر سکتا ہے؟ ابھی جوانی کا جوش و جذبہ ہے دولت کی ریل پیل پہلی بار دیکھی ہے اس نے تو اسے سب کہنا آسان لگ رہا ہے، شاید مجھے اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لئے وہ محبت، محبت کا کھیل، کھیل رہی ہے، مجھ سے تاکہ سب کچھ جتنی جلدی ممکن ہو اپنے نام کروا سکے، ہاں ایسا ہی ہے، بہت دیکھے ہیں ایسے ڈرامے، خوبصورت اور معصوم چہرے محبت کی آڑ لے کر سب کچھ لوٹ کر چلے جاتے ہیں اور انسان خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔میں بچہ نہیں ہوں کہ رابیل کے حسن اور پیار بھرے اظہار میں چھپے مطلب اور لالچ کو نہ سمجھ سکوں''۔عیسٰی نے دل میں سوچا اور آنکھیں موند لیں۔
''انابی! میں عیسٰی سے محبت کرتی ہوں لیکن انہیں میری محبت پر اعتبار ہی نہیں ہے''۔وہ اداس ہو کر انابی سے حال

دل کہہ بیٹھی۔
''بیٹی! انہیں تو اپنی زندگی کا ہی اعتبار نہیں ہے''۔
''زندگی کا اعتبار کسے ہے انابی؟ بیمار ایڑیاں رگڑتے رہ جاتے ہیں اور اچھے بھلے صحت مند انسان پل بھر میں لقمہ اجل بن جاتے ہیں، کسی حادثے میں، بم دھماکے میں، یا ہارٹ اٹیک سے جان کی بازی ہار جاتے ہیں۔کیا بھروسہ ہے زندگی کا؟ موت تو اٹل حقیقت ہے۔ازل سے یہی دستور جاری ہے۔اگر آج میں اچانک سے مر جاتی ہوں تب کیا کر لیں گے عیسٰی؟''
''ارے بیٹی، اللہ نہ کرے، کیسی باتیں کر رہی ہوں؟''انابی نے اس کی بات سن کر دہل کر کہا وہ مسکرا دی۔
''سچ ہی تو کہہ رہی ہوں انابی! اگر میں عیسٰی سے پہلے مر گئی تو کس پر اعتبار کریں گے وہ؟ زندگی میں جینے کے لئے ایک ہلکی سی امید کی کرن بھی بہت ہوتی ہے، سانسوں کو ضائع کرنے سے کیا حاصل؟ یہی پل، یہی سانسیں، ہم کسی کو خوشی دے کر، کسی کے ساتھ محبت اور اپنائیت کا اظہار کر کے انمول بھی تو بنا سکتے ہیں ناں''۔رابیل نے اداس مگر مدلل لہجے میں کہا انابی نے سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔
''اچھا بیٹی! میں ذرا عیسٰی بابا کو سوپ دے آؤں ان کی دوا کا وقت ہونے والا ہے''۔انابی یہ کہتے ہوئے اٹھ گئیں۔
''انابی! سوپ میں لے جاؤں عیسٰی کے لئے''۔
''ہاں، ہاں کیوں نہیں بیٹی؟ انہیں بہت خوشی ہو گی''۔انابی نے خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا اور کچن میں گئیں سوپ گرم کر کے سوپ کا پیالہ ٹرے میں رکھ کر رابیل کو ٹرے تھما دی، رابیل بیڈروم میں آ گئی۔عیسٰی نے آنکھیں کھول دیں، اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔
''ناراض ہو''۔عیسٰی اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔
''میں کیوں ناراض ہوں گی، لیں سوپ پئیں''۔وہ مسکراتے ہوئے بولی اور اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔
''بھوک نہیں ہے''۔
''بیماری میں بھوک کسے لگتی ہے؟ لیکن کھانا تو پڑتا ہے ناتاکہ جسم کی طاقت و توانائی بحال ہو سکے''۔وہ کسی استاد کی طرح اسے شفقت سے سمجھا رہی تھی اور وہ حیرانگی سے اسے تک رہا تھا۔
''مجھے نہ تو یہ سوپ پینا ہے اور نہ ہی تمہارا یہ لیکچر سننا ہے''۔عیسٰی نے بدتمیزی سے کہا مگر اس نے چمچ میں سوپ بھر کر اس کے منہ کے قریب کیا۔
''سوپ تو آپ کو پینا پڑے گا، شاباش منہ کھولیں''۔
''بس''۔وہ سوپ پی کر منہ بنا کر بولا۔
''تھوڑا سا اور''۔رابیل نے دوسرا چمچ پلایا۔
''انتہائی بدمزہ سوپ ہے''۔وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔
''آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا تھوڑا سا اور پی لیں''۔
''کہا ناں نہیں پینا، ہٹاؤ اسے''۔عیسٰی نے درشتی سے پر غصیلے لہجے میں کہتے ہوئے ہاتھ سے ہٹایا تھا اور سوپ کا پیالہ رابیل کے دائیں بازو پر الٹ گیا تھا۔
''آ......''رابیل گرم گرم سوپ کی جلن اور درد سے بے ساختہ چیخ اٹھی، اور ایک دم سے اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی پیالہ اور چمچ نیچے جا گرا تھا۔

”اوہ، شٹ......“ عیسیٰ کا مقصد اسے جلانا ہرگز نہیں تھا، وہ اس کے بازو پر سوپ گرانے پر شرمندہ سا نظر آ رہا تھا۔

”انابی......!“ رابیل نے زور سے آواز دی۔ انابی دوڑی چلی آئیں، اندر کی صورتحال دیکھ کر گھبرا گئیں۔

”بیٹی! یہ کیا ہوا؟“

”کچھ نہیں آپ کے صاحب کو پیار آ رہا تھا مجھ پر، آپ یہ صاف کروا دیں، میں یہ دھو کر آتی ہوں“۔ رابیل تیزی سے انہیں ہدایت دیتی واش روم میں چلی گئی۔

”انابی! آپ برنال وغیرہ لائیں رابیل کا بازو جل گیا ہے“۔ عیسیٰ نے بیڈ سے اترتے ہوئے پریشانی کے عالم میں کہا۔ رابیل بازو اور ہاتھ دھو کر آئی وارڈ روب میں سے کاٹن کا سادہ شلوار سوٹ نکالا اور دوبارہ واش روم میں گھس گئی۔

”یہ ٹیوب ملی ہے“۔ انابی نے عیسیٰ کو ٹیوب لا کر دے دی۔

”ہاں ٹھیک ہے آپ جائیں“۔ انابی واپس چلی گئیں۔

”یہ لگا لو درد نہیں ہوگا“۔ رابیل چینج کر کے کمرے میں آئی تو عیسیٰ نے ٹیوب اس کی جانب بڑھائی۔

”پہلے ”درد“ دیتے ہیں اور پھر ”دوا“ دیتے ہیں“۔ رابیل کے لہجے میں دکھ تھا وہ لب کاٹنے لگا، رابیل نے لائیٹ لیمن کلر کی چھوٹی آستینوں والی قمیض اور سفید شلوار پہنی تھی، لیمن کلر کا ہی دوپٹہ تھا۔ وہ اپنے مناسب قد کاٹھ اور دلکش نقوش کے ساتھ ہر رنگ، ہر لباس میں دل موہ لیتی تھی، عیسیٰ کو اس کے بازو پر سرخ نشان بہت صاف دکھائی دے رہا تھا، جو گرم سوپ گرنے کی وجہ سے پڑ گیا تھا اور وہ جلن اور درد کے احساس سے بار بار اس جگہ پھونکیں مار رہی تھی۔

”میں تو چیچ ہٹا رہا تھا بے دھیانی میں میرا ہاتھ باؤل سے ٹکرا گیا اور تمہارا بازو جل گیا، آئی ایم سوری، میرا مقصد تمہیں تکلیف پہنچانا ہرگز نہیں تھا“۔ وہ شرمندہ تھا جبھی وضاحت پیش کر رہا تھا، وہ خاموشی سے کمرے سے جانے کے لئے اٹھی تو وہ بے چینی سے بولا۔

”کہاں جا رہی ہو؟ ادھر آؤ“۔

”کیوں اب دوسرا بازو بھی جلانا ہے کیا؟“

”کہا، نا سوری“۔

”ٹھیک ہے قبول کی آپ کی سوری، اب اپنی دوا کھا کر سو جائیں“۔ یہ کہنے کے بعد وہ رکی نہیں تھی، باہر لان میں آ گئی تھی، جہاں ٹھنڈی ہوا نے اس کے بازو کی جلن کو کچھ آرام بخشا تھا، ملازمہ نجمہ اسے ٹوتھ پیسٹ دے گئی گھریلو ٹوٹکا تھا۔ ٹوتھ پیسٹ لگانے سے جلن کم ہو گئی تھی۔ گم صم چہرہ، سونی سانسیں، ٹوٹتی جڑتی، امیدیں ڈرتی ہوں کیسے کٹے گی؟ عمر ہے کوئی رات نہیں“۔ رابیل اس وقت سے بیڈروم میں نہیں گئی تھی۔ وہ لاؤنج میں بیٹھی تھی، لیپ ٹاپ پر گردے کے امراض وعلاج سے متعلق نیٹ پر سرچ کر رہی تھی۔ رات کے سوا دو بجے تھے، عیسیٰ کی آنکھ کھلی تو رابیل کو بیڈروم میں نہ پا کر کمرے سے باہر نکلا تھا، اس کی تلاش میں ٹی وی لاؤنج تک آ گیا، وہ لیپ ٹاپ اپنی گود میں رکھے اس کی اسکرین پر نظریں جمائے بائیں ہاتھ پر ٹھوڑی ٹکائے بے حد محو و مگن تھی، عیسیٰ خاموشی سے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

”اتنی رات گئے یہ ضرور اپنے کسی بوائے فرینڈ سے بات کر رہی ہے اور مجھے چیٹ کر رہی ہے“۔ عیسیٰ نے فوراً یہی سوچا تھا اور آگے بڑھ آیا۔ اس کے بازو پر ابھی تک ٹوتھ پیسٹ لگا تھا جو سوکھ چکا تھا، عیسیٰ کو ایک بار پھر شرمندگی کا

احساس ہوا تھا۔

”آدھی رات کو تم کس سے چیٹ کر رہی ہو؟“ عیسیٰ کے شک بھرے سوال پر رابیل نے بری طرح چونکتے ہوئے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا، ہلکے آسمانی رنگ کے شلوار قمیض میں وہ بہت بیمار اور بکھرا ہوا لگ رہا تھا۔

”اپنے بوائے فرینڈ سے“۔ وہ بے پروائی سے جواب دیتی اسے تپا گئی۔

”تو میرا شک درست تھا، تم کسی کو پسند کرتی تھیں مگر اپنی ضرورت کے ہاتھوں مجبور ہو کر تم نے مجھ سے شادی کر لی ہے نا؟“

”ہاں، واؤ گریٹ! آپ کو تو غیب کا علم بھی ہو جاتا ہے“۔ رابیل نے مسکراتے ہوئے بہت نارمل انداز میں جواب دیتے ہوئے اسے مزید تاؤ دلایا۔

”دکھاؤ ادھر“۔ وہ اس کے برابر صوفے پر بیٹھتا اس سے لیپ ٹاپ چھین رہا تھا۔

”ارے آرام سے اتنی مشکل سے تو ملا ہے“۔ رابیل نے بھنویں سکیڑیں، لیپ ٹاپ عیسیٰ کے ہاتھوں میں جا چکا تھا، اس کی نگاہیں اسکرین پر گردے کے امراض وعلاج سے متعلق ویب سائیٹ دیکھ کر حیرت سے پھیل گئیں۔

”کیا ہے یہ؟“ عیسیٰ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

”میرے بوائے فرینڈ کم ہسبینڈ کی بیماری سے متعلق ریسرچ ورک ہے“۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

”تو تم یہ دیکھ رہی تھیں“۔ وہ شرمندہ ہوا۔

”تو آپ کے خیال میں مجھے اور کیا دیکھنا چاہئے تھا؟ اپنے لئے ینگ ہینڈسم دولہا؟“ رابیل تاسف زدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”بیٹھ جاؤ“۔ عیسیٰ نے مری مری آواز میں کہا۔

”آپ مردوں کو یہ شک اور غلط فہمی ہی کیوں رہتی ہے کہ ان کی بیوی کسی اور میں دلچسپی رکھتی ہوگی، اگر وہ خاموش ہے، خفا ہے، الگ تھلگ رہتی ہے تو ضرور اس کی وجہ کوئی دوسرا لڑکا ہی ہوگا؟ اور خاص کر آپ جیسے عمر رسیدہ دولت مند جب کسی کم عمر اور خوبصورت لڑکی سے شادی کرتے ہیں تو اس پر شک ہی کرتے ہیں کہ وہ کسی اور مرد کو چاہتی ہوگی۔ وہ کسی اور مرد کے خواب دیکھتی ہے، کسی اور کو سوچتی رہتی ہے اور اسے مار کر اس کی دولت ہتھیا کر اس من پسند سے شادی کر لے گی۔ افسوس، آپ بھی انہی مردوں میں سے ہیں دولت تو بہت ہے آپ کے پاس مگر دل نہیں ہے شاید اگر ہے تو اس میں جگہ نہیں ہے کچھ اچھا سوچنے کی اور آپ نے کیا سمجھا ہے کہ آپ نے مجھ سے شادی کر لی ہے تو میں آپ کی ہر صحیح غلط بات خاموشی سے سر جھکا کے سنتی رہوں گی“۔

”میں ایسا نہیں سوچتا“۔ وہ اس کے درست تجزیے پر مسکرا کے بولا۔

”سوچئے گا بھی نہیں، کیونکہ میں آپ کی بیوی ہوں، شرعاً بھی اور قانوناً بھی، نکاح کیا ہے آپ نے مجھ سے اس لئے مجھے اپنی دولت کا رعب دکھانے یا کچھ جتانے کی آئندہ کوشش بھی مت کیجئے گا“۔ وہ نہایت سنجیدہ اور مضبوط لہجے میں بولتی اسے مزید حیران اور متاثر کر رہی تھی۔

”اچھا بیگم صاحبہ! اور کوئی حکم؟“ عیسیٰ اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

”اپنا پراپر علاج کروائیں“۔

”او کے“۔

”اور اتنی دولت آپ کے کس کام کی ہے اگر آپ اپنے لئے گردے کا انتظام نہیں کر سکتے؟ ”کڈنی ڈونر“ مل سکتے

ہیں منہ مانگی قیمت پر گردہ بھی خریدا جا سکتا ہے، لوگ ڈونیٹ بھی تو کر دیتے ہیں''۔ وہ تیزی سے بولی۔

''کون دے گا مجھے کدنی؟''

''میں دوں گی''۔ وہ مسکرائی۔

''تم......!'' ایک اور جھٹکا تھا جو اسے لگا تھا، کیا وہ واقعی اس کے ساتھ اتنی مخلص تھی، جتنا وہ ظاہر کر رہی تھی۔

''ہاں میں، ہم کل ہوسپٹل جا رہے ہیں آپ کے اور میرے ٹیسٹ کے لئے''۔ رابیل نے اس کے گریبان کے بٹن بند کئے۔

''نہیں، میں اپنی وجہ سے تمہاری زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا''۔ عیسٰی نے اس کے ہاتھ تھام لئے۔

''وہ تو آپ ڈال چکے ہیں''۔ رابیل نے اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر دلکشی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تمہاری اس قدر توجہ اور محبت ملے تو مریض زندگی کی جانب آپ ہی آپ لوٹ آئے۔

''تو لوٹ آئیے نا، میرے لئے''۔

''کیسے ٹھیک ہوؤں گا میں؟''

''دعا سے، اللہ پر یقین سے اور''۔

''اور......؟''

''محبت سے''۔

''محبت، میری زندگی میں کسی کی محبت نہیں ہے''۔

''بیوی کی محبت تو ہے نا''۔

''تم مجھ سے محبت کرتی ہو، مجھ بوڑھے، بیمار سے تمہاری اور میری عمروں کا فرق ہے''۔ وہ اسے محبت سے دیکھ رہا تھا۔

''جب آپ نے مجھ سے شادی کرتے وقت یہ فرق محسوس نہیں کیا اور خود 25 سال کی عمر کی لڑکی کی ڈیمانڈ کی تھی تو اب کیوں اس فرق کا ذکر کر رہے ہیں؟'' رابیل نے اسے شکوہ کناں نظروں سے گھورا۔

''اچھا بابا، سوری، نہیں کروں گا اب عمر کا ذکر مگر میں اب اور کتنا جی لوں گا؟ ساٹھ سال تو جی لیا ہوں''۔

''ابھی آپ کو ساٹھ سال میرے ساتھ بھی جینا ہے''۔ رابیل مسکراتے ہوئے بولی وہ ہنس پڑا۔

''ہنسے کیوں؟''

''تمہارے بچپنے پر''۔

''ہاں تو ٹھیک ہے نا، بڑھاپا اور بچپن ایک سا ہی ہوتا ہے ہم دونوں کی خوب گزرے گی''۔ رابیل نے اس کو مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ عیسٰی نے بہت حیرت سے اس پر خلوص لڑکی کو دیکھا جس پر وہ مسلسل شک کئے جا رہا تھا، اسے اپنی سوچ پر شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟'' رابیل نے اسے یوں محو دیکھ کر اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تو اس کی محویت ٹوٹی۔

''یقین کرلیں میں آپ ہی کی بیوی ہوں اور آپ کو چھوڑ کر جانے والی نہیں ہوں''۔

''کیا واقعی مجھے اپنی خوش نصیبی پر یقین کرلینا چاہئے؟'' عیسٰی نے دل میں خود سے سوال کیا۔

''ہر رشتہ اعتبار اور بھروسے پر ٹکا ہوتا ہے عیسٰی صاحب جہاں اعتبار نہ ہو وہاں پیار نہیں ہوتا، کچھ بھی نہیں ہوتا''۔

Famous Urdu Novels
Freepdf Library
facebook.com/snscares

رابیل اسے سوچوں میں گم دیکھ کرافسردگی سے کہتی لیپ ٹاپ آف کرنے لگی۔

''رابیل......!''عیسیٰ نے بے چین ہوکراسے پکارا۔

''کل ہم ہوسپٹل جارہے ہیں آپ کا مکمل چیک اپ ہوگا اور میرے بھی ٹیسٹ ہوں گے، اب آپ کڈنی ٹرانسپلانٹ میں مزید تاخیر نہیں کریں گے''۔رابیل بہت مگن انداز میں لیپ ٹاپ آف کرتے ہوئے کہہ رہی تھی، اور عیسیٰ بے چارگی سے اسے دیکھ رہا تھا، پھرایک دم سے غصے میں آتے ہوئے بولا۔

''تم چاہتی ہو کے میں جلدی اس دنیا سے رخصت ہوجاؤں''۔

''اگر آپ کو میری چاہ کا احساس ہوتا تو آپ یہ سب نہ کہتے۔اینی ہاؤ، آپ کمرے میں چلیں اور سوجائیں میں یہ لیپ ٹاپ رکھ کرآتی ہوں''۔رابیل اپنے دکھ کو چھپاتی ہوئی دھیمے پن سے جواب دے کرلیپ ٹاپ اسٹڈی روم میں رکھنے چلی گئی۔

......☆......

''تم چاہو تو اپنے میکے جاسکتی ہو شام میں واپس آجانا میں آفس جارہا ہوں میری ضروری میٹنگ ہے آج''۔صبح عیسیٰ تیار ہوتے ہوئے اسے کہہ رہا تھا۔

''مگر ہمیں تو ہوسپٹل جانا تھا''۔رابیل نے یاد دلایا۔

''ہم نے نہیں، صرف میں نے اور میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے تمہارا کڈنی لے کر مجھے تمہارے لئے پرابلمز کری ایٹ نہیں کرنی۔ہوجائے گا کڈنی کا ارینج تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے''۔وہ نہایت خشک اور سپاٹ لہجے میں بول رہا تھا، رابیل کو اس کا پل پل بدلتا رویہ، لہجہ اور انداز دکھ دے رہا تھا مگر وہ ضبط کئے مسکرا رہی تھی۔

''کیوں ضرورت نہیں ہے؟ بیوی ہوں میں آپ کی''۔رابیل نے اس کے ٹائی باندھتے ہاتھ تھام کر پیار سے کہا۔

''یہ جتانے کی بھی ضرورت نہیں ہے''۔عیسیٰ نے اس کے ہاتھ جھٹکے۔

''ارے آپ ایسے کیوں بی ہیو کررہے ہیں؟ میں نے کیا، کیا ہے؟''رابیل نے اس بے عزتی پر تڑپ کر استفسار کیا۔

''میکے جانا ہو تو ڈرائیور سے کہہ دینا چھوڑ آئے گا''۔یہ کہہ کر وہ تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔

''محبت ہی محبت ہے مگر جاناں
تمہیں اعتبار محبت نہیں ہے''

رابیل کے سیل فون پر عیسیٰ کا ایس ایم ایس آیا تھا، جسے پڑھ کر وہ افسردگی سے مسکرادی۔

''تجھ سے درکار محبت ہے محبت کے عوض
میں نہیں چاہتا تجھ پہ میرا احسان رہے''

رابیل نے جواب میں اسے یہ شعر سینڈ کیا تھا۔

''یہ لڑکی شروع دن سے مجھے شرمندگی سے دوچار کررہی ہے، ہر بات پر مسکراتی ہے، ہر سوال کا جواب ہوتا ہے اس کے پاس، میرے غصے، میرے طنز پر بھی بہت رعب اور اعتماد سے، استحقاق سے جواب دے کر مجھے لاجواب کردیتی ہے، شاید میں ہی اسے غلط سمجھ رہا ہوں، پتا نہیں، یہ ان سب لڑکیوں سے مختلف کیسے ہوسکتی ہے؟''عیسیٰ اس کا ٹیکسٹ پڑھنے کے بعد پھر سے الجھ رہا تھا۔رابیل کا محبت واپنائیت بھرا رویہ اسے شرمندگی سے دوچار کررہا تھا، وہ جتنا اس کے ساتھ لئے دیئے انداز میں رہتا وہ اتنا ہی اسے اپنی محبت واپنائیت سے جیت رہی تھی، تین ماہ ہوگئے تھے ان کی شادی

کو آج وہ بہت خوش تھی۔شمسہ بیگم کا فون آیا تھا انہوں نے اسے خالہ بننے کی خوشخبری سنائی تھی۔

''میری شادی بھی تو موبل اور کومل باجی کی شادی سے پندرہ دن پہلے ہوئی تھی، مجھے تو یہ خوشی ابھی تک نہیں ملی، ملے گی بھی کیسے؟ عیسیٰ نے مجھے سب کچھ دیا ہے لیکن اعتبار نہیں دیا اور انہیں اس عمر میں اولاد کی ضرورت بھی نہیں ہے شاید''۔رابیل نے دل میں سوچا دکھ کے احساس سے آنکھیں بھر آئیں۔دو آنسو پلکوں سے ٹوٹ کر رخساروں پر پھسل گئے۔

''کیا ہوا؟ تم رو رہی ہو؟''عیسیٰ اسی وقت گھر آیا تھا۔اس کی آنکھوں کی نمی اس سے چھپی نہ رہ سکی اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ ہڑبڑا گئی۔

''نہیں تو، یہ تو خوشی کے آنسو ہیں امی کا فون آیا تھا بتارہی تھیں کہ میں خالہ بننے والی ہوں، پتا نہیں میں انہیں یہ خوشخبری کب سناؤں گی؟''

''تم تیار ہوجاؤ ڈرائیور تمہیں میکے چھوڑ آئے گا۔اور ہاں جاتے ہوئے مٹھائی اور پھل وغیرہ بھی لیتی جانا۔خوشی کا موقع ہے خالی ہاتھ جانا مناسب نہیں ہے''۔عیسیٰ نے اس کی بات کو نظر انداز کردیا تھا، جس کا مطلب تھا کہ وہ بچے کے موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''مجھے تو خالی ہاتھ ہی جانا ہے یہاں سے''۔رابیل نے معنی خیز بات کہی تھی، عیسیٰ نے ایک دم سے اسے دیکھا تھا۔

''آپ آج بھی نہیں جائیں گے میرے میکے؟''

''نہیں میں بہت ان کمفرٹ ایبل فیل کرتا ہوں''۔

''میرے ساتھ جانے میں؟''رابیل نے اس کو دیکھا جو اپنی ٹائی کا ناٹ کھول کر اب اپنے بوٹ اتار رہا تھا۔

''تمہارے میکے جانے میں، رابی! میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہیں اپنے رشتے داروں کے سوالوں اور طنزیہ جملوں کا سامنا کرنا پڑے''۔

''لیکن کب تک؟ ہمیشہ تو ایسا نہیں ہوگا نا''۔

''ہاں ہمیشہ تو ایسا نہیں ہوگا''۔وہ اپنا چشمہ اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتا ہوا فریش اپ ہونے کے لئے واش روم میں چلا گیا۔وہ نہا کر نکلا تو چائے پر اسے اپنا منتظر پایا۔

''تم گئیں نہیں؟''عیسیٰ نے اپنے بالوں میں برش پھیرتے ہوئے اس کے چاندنی بکھیرتے چہرے کو دیکھا۔

''کل چلی جاؤں گی آپ کے آفس ٹائم میں اس وقت تو مجھے آپ کو ٹائم دینا چاہئے نا''۔

''کوئی ضروری نہیں ہے''۔عیسیٰ نے اس کے برابر میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا تو وہ آزردگی سے پوچھنے لگی۔

''میرا آپ کے لئے کچھ بھی کرنا، سوچنا، کہنا اگر ضروری نہیں ہے تو کیا ضروری ہے بتائیے''۔

''چائے پھیکی ہے''۔عیسیٰ نے چائے کا ایک سپ لے کر کہا۔

''بعض اوقات اندر کا ذائقہ، زبان پر بھی آجاتا ہے''۔رابیل نے ایک چمچ چینی اس کے کپ میں ڈال دی اور چمچ ہلا کر کپ اسے دیا، وہ خاموشی سے چائے پینے لگا۔

......☆......

عیسیٰ نے اس کی اسکول کی جاب چھڑا دی تھی، اس نے استعفیٰ نہیں دیا تھا، پھر سے ایک ماہ کی چھٹی لے لی تھی، گھر میں ہر کام کے لئے ملازم موجود تھے اور وہ فارغ رہ رہ کر تنگ آگئی تھی، اسٹڈی میں کچھ اس کے مطلب کی

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

کتابیں بھی تھیں جو وہ پڑھ کر اپنا ٹائم پاس کر رہی تھی، یا کمپیوٹر پر مختلف ویب سائٹس دیکھتی رہتی تھی، عیسیٰ کا علاج جاری تھا مگر وہ اسے ہوسپٹل نہیں لے جاتا تھا، ڈرائیور کے ساتھ جاتا تھا ڈرائیلاسز کے لئے اور بعض اوقات رابیل کو اس کے گھر آنے پر پتا چلتا تھا کہ آج وہ ڈائیلاسز کروا کے آیا ہے، اور وہ عیسیٰ کی اس عادت پر کڑھتی رہتی تھی کہ وہ اسے کچھ نہیں بتاتا تھا۔ رابیل اسٹڈی میں تھی، عیسیٰ کی اسٹڈی اینڈ کمپیوٹر ٹیبل کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھی، ٹیبل کی درازیں کھول کر چیک کرنے لگی، ایک بڑا سا فیملی البم اس کی نگاہ میں آیا تو اس نے بلا جھجک البم نکال لیا، سامنے عیسیٰ کی مسکراتی ہوئی تصویریں تھیں وہ جوان اور خوبصورت لگ رہا تھا۔ کھلی کھلی گندمی رنگت، اونچا لمبا، قد بھرا بھرا جسم، ڈارک براؤن آنکھیں، احمریں لبوں پر دلنشین مسکراہٹ لئے وہ دل میں اتر جانے کی حد تک جاذب نظر لگ رہا تھا۔ رابیل نے مسکراتے ہوئے صفحہ پلٹا تو اس کی آنکھوں میں حیرت پھیل گئی، عیسیٰ کے والد اور عیسیٰ ہمشکل تھے یا عیسیٰ کے بیٹا، بیٹی اس کی نظروں کے سامنے مسکرا رہے تھے وہ سمجھ نہیں پائی، کیونکہ جس عیسیٰ کے ساتھ وہ رہ رہی تھی وہ بھی تصویر میں موجود تھا اور ایک جوان ہینڈسم لڑکا بھی جو شاید ستائیس، اٹھائیس برس کا ہوگا رابیل کے خیال میں وہ دونوں ایک جیسے یعنی اگر وہ نوجوان داڑھی رکھ لے چشمہ لگا لے تو وہ بھی عیسیٰ جیسا دکھنے لگے گا، بس تصویر میں بزرگ عیسیٰ کچھ دبلے نظر آ رہے تھے، اور البم کی سائیڈ پیج پر تین سال پہلے کی تاریخ لکھی ہوئی تھی، وہ کسی لڑکی کی شادی کی تصویریں تھیں، جن میں عیسیٰ اور وہ جوان لڑکا اکثر ایک ساتھ کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے مسکرا رہے تھے، اور ایک گریس فل سی خاتون کے ساتھ عیسیٰ بھی مسکرا رہے تھے۔

''اوہ، مائی گاڈ! تو یہ ہے عیسیٰ کی فیملی ان کے بیوی، بچے ہیں، اور ان سب کی شادی بھی ہو چکی ہے، جبھی تو عیسیٰ کو اولاد کی خواہش نہیں ہے، لیکن انہوں نے مجھ سے اتنی بڑی حقیقت کیوں چھپائی؟ تو کیا عیسیٰ کے بیوی بچے انہیں چھوڑ چکے ہیں؟ انہوں نے مجھ سے کبھی اپنی فیملی کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ میرا انجام کیا ہونے والا ہے؟ میری کیا حیثیت ہے عیسیٰ کی زندگی میں؟ ان کی اپنی فیملی ہے، تو میں کیا ہوں؟'' رابیل البم دیکھتی جا رہی تھی اور بے قراری اور دکھ سے سوچتی جا رہی تھی، اس نے تصویروں میں ہر جگہ عیسیٰ کو بے حد مسرور دیکھا۔

''عیسیٰ، پہلے سے شادی شدہ اور بچوں والے ہیں انہوں نے مجھ سے اتنی بڑی بات چھپائی''۔

''رابیل بی بی! تمہاری عقل گھاس چرنے گئی ہے کیا؟ جو تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آ سکی کہ عیسیٰ علوی ایک کروڑ پتی شخص ہیں اور یقیناً انہوں نے اپنی جوانی میں شادی بھی کی ہوگی اور ان کے بچے بھی ہوں گے''۔ رابیل کو اس کے دماغ نے لتاڑا۔

''ہاں میں ہوں ہی کم عقل اور نادان اتنی سی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی''۔ وہ خود کلامی کر رہی تھی۔

''میں تو ان سے یہ سوال پوچھنے کا حق بھی نہیں رکھتی وہ ہنسیں گے میری نادانی پر کہ میں نے انہیں کنوارہ بوڑھا سمجھا تھا، مگر ان کی فیملی اب کہاں ہے؟ عیسیٰ نے اپنی اتنی خوبصورت فیملی کو چھوڑ دیا یا ان کی فیملی ان کو چھوڑ کر چلی گئی؟ وجہ جو بھی ہوگی عیسیٰ مجھے نہیں بتائیں گے، وہ جس بات کا جواب نہیں دینا چاہتے اسے ان سنی کر دیتے ہیں، بات ہی بدل دیتے ہیں''۔ رابیل نے البم دیکھنے کے بعد جہاں سے اٹھایا تھا رکھ کر دراز بند کر دی، یہ دراز لاک ہوتی تھی نجانے کیسے عیسیٰ لاک کرنا بھول گئے تھے اور رابیل کے ہاتھ یہ البم لگ۔

''شاید اس سب کے پیچھے کوئی دکھ چھپا ہے جو عیسیٰ کی فیملی یہاں نہیں ہے اور وہ اکیلے ہیں اور اعتبار کھو چکے ہیں اپنا، رشتوں کا، لیکن مجھ سے شادی کیوں کی انہوں نے؟ انہیں کیا ملا ہے مجھ سے شادی کر کے؟ الٹا انہوں نے تو خود میری فیملی پر لاکھوں روپے خرچ کر دیئے۔ اور میرا حق مہر اپنی خوشی سے پچاس لاکھ روپے رکھوایا تھا اور یہ رقم میرے

ذاتی اکاؤنٹ میں جمع بھی کروا دی تھی، پھر کس لئے مجھے لائے ہیں عیسیٰ اپنی زندگی میں؟'' رابیل کے دل و دماغ میں سوالات کی بوچھاڑ ہو رہی تھی، وہ اسٹڈی سے نکل کر باہر لان میں آ گئی۔

''ضرور انہیں ان کی فیملی سے کوئی دکھ پہنچا ہوگا جبھی تو وہ الگ رہتے ہیں، مجھے عیسیٰ کا اعتبار بحال کرنے کے لئے ان کا پہلے سے زیادہ خیال رکھنا چاہئے، اپنی محبت سے ان کے دکھ کو کم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے''۔ رابیل نے دل میں سوچا اور خود سے عہد کیا کہ وہ اب عیسیٰ کو بہت خوش رکھے گی۔

......☆......

''عیسیٰ! ہم دونوں باہر کہیں گھومنے چلیں''۔ وہ گھر آیا تو بجی سنوری رابیل نے اس کے سامنے آ کر مسکراتے ہوئے کہا وہ بہت دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔

''باہر، کہیں 'ہنی مون' منانے کا خیال تو نہیں آ رہا تمہارے دماغ میں؟''

'ہنی مون'' نو وے، لیکن اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے، ہم میاں بیوی ہیں پھر بھی نہ تو ہم ہنی مون پر گئے نا ہی ہمارا ولیمہ ہوا ہے اب تک، اگر آپ کو میرے ساتھ کہیں جانا برا لگتا ہے تو مجھ سے شادی ہی نہ کرتے، مجھے اپنے اس سونے کے پنجرے میں قید کر کے کون سا تیر مار لیا ہے آپ نے؟ ایک بیوی کو شوہر کی توجہ اور محبت کی ضرورت ہوتی ہے، اس کا وقت درکار ہوتا ہے، سونے، چاندی کی جھنکار نہیں۔ مگر آپ کو پیار، محبت سے کیا مطلب؟ آپ تو ہر چیز دولت سے، روپے پیسے سے خریدنے کے عادی ہیں ناں، مجھے بھی آپ نے خرید لیا ہے اپنی دولت سے''۔ رابیل کا دل بہت افسردہ ہو رہا تھا وہ بس بولتی چلی گئی۔

''خیریت، آج بہت غصے میں ہو، اور یہ تم مختصر بات نہیں کر سکتیں کیا؟'' عیسیٰ نے بہت تحمل اور رسان سے کہا۔

''تو چلیں باہر''۔ وہ اس کی بات کا مختصر جواب دے رہی تھی۔

''میرے ساتھ باہر جا کر اپنا مذاق اڑواؤ گی، لوگ کہیں گے کہ باپ، بیٹی سیر کر رہے ہیں''۔

''شٹ اپ''۔ رابیل کو پہلی بار اس کی بات پر اتنا غصہ آیا تھا، عیسیٰ اس کے اس شدید ردعمل پر بھونچکا رہ گیا۔

''اگر اتنا ہی احساس ہے آپ کو تو ختم کر دیں یہ بندھن کو اگر آپ کو میرے ساتھ کہیں بھی آنے جانے میں پرابلم ہوتی ہے شرمندگی محسوس ہوتی ہے، آپ میرے ساتھ کہیں بھی جانا نہیں چاہتے تو مجھے جانے دیں طلاق دے دیں مجھے''۔

''کیا؟'' عیسیٰ کو اس سے ایسی بات کی ہرگز توقع نہ تھی۔ وہ بے دم سا ہو کر بیڈ پر ڈھے گیا۔

''تم واقعی مجھے چھوڑ کر جانا چاہتی ہو؟''

''آپ جانتے ہیں کہ میں ایسا کیوں کہہ رہی ہوں''۔ رابیل نے عیسیٰ کے چہرے پر پھیلتی مایوسی، افسردگی اور بے چینی واضح محسوس کی تھی، اس کو لگا کہ عیسیٰ اس کے جانے کا سن کر دکھی ہوئے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ وہ ان کی زندگی سے چلی جائے۔ یہ احساس رابیل کے لئے خوشی کا باعث تھا، امید کے در کھولتا ہوا خوبصورت احساس۔

''چلو جاتے ہوئے بھی تم بہت کچھ اپنے ساتھ لے جاؤ گی خسارے میں نہیں رہو گی تم''۔ عیسیٰ کا لہجہ تھکا ہوا سا تھا۔

''نہیں میں نے کہا تھا نا کہ میں خالی ہاتھ جاؤں گی''۔ رابیل ٹھٹکی کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہا ہے اور پھر اس کا دھیان حق مہر کی رقم کی طرف گیا تھا، اور وہ اس کی بات سمجھ گئی۔

''حق مہر کے پچاس لاکھ میں آپ کو لوٹا رہی ہوں، یہ چیک رکھ لیجئے مجھے اس رقم کی نہیں، آپ کی چاہت تھی،

آپ کی چاہت درکار تھی"۔ رابیل نے دراز میں سے چیک بک نکالی اور اپنے دستخط کر کے چیک اس کی جانب بڑھا دیا۔

"میں دی ہوئی چیزیں واپس نہیں لیتا"۔ عیسیٰ نے چیک اس سے لے کر پھاڑ کر پھینک دیا۔

"لیکن میں کوئی چیز نہیں ہوں عیسیٰ! میں جیتی جاگتی انسان ہوں میں آپ کی ملکیت یا پراپرٹی نہیں ہوں بیوی ہوں آپ کی، آپ کا ساتھ چاہتی ہوں، چاہت بھرا ساتھ، جب آپ نے مجھے سب کچھ دیا ہے تو اپنی محبت اور چاہت کیوں نہیں دے سکتے؟" رابیل بولتے بولتے رو پڑی۔

"او پلیز، رو نہیں، مجھے آنسو اچھے نہیں لگتے، پلیز رابیل! میں نے تمہیں دکھ نہیں دینا چاہا، کبھی نہیں پلیز رو نہیں"۔ عیسیٰ نے بہت نرمی سے کہتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگالیا، وہ روتی رہی اور عیسیٰ اسے دھیرے دھیرے تھپکتا رہا۔

☆......☆......☆

رابیل بہت خوش تھی، صبح آفس جاتے وقت عیسیٰ نے اسے باہر لے جانے کا پروگرام بنایا تھا۔

"آج ہم ڈنر باہر کریں گے تم تیار رہنا میں جلدی گھر آجاؤں گا"۔ عیسیٰ نے جس محبت سے کہا تھا رابیل کا دل باغ باغ ہو گیا تھا۔ اور اب وہ رات کو پہننے کے لئے ڈریس کا انتخاب کر رہی تھی، اور اپنے ڈریس کا انتخاب کرنے کے بعد رابیل نے عیسیٰ کی وارڈ روب کھولی، جس میں ایک سے بڑھ کر ایک قیمتی سوٹ موجود تھے، رابیل نے بلیک ڈنر سوٹ منتخب کیا عیسیٰ کے لئے رومال اور جرابوں کے لئے دراز کھولا تو اس میں کچھ کاغذات رکھے تھے، ایک فائل تھی، رابیل نے یونہی بے دھیانی میں فائل نکال کر کھولی تو اس میں سے کچھ نکل کے نیچے گرا تھا۔ اس نے نظریں نیچے دوڑائیں وہ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ تھا۔

"یہ کس کے ہیں؟" رابیل فائل دراز میں واپس رکھتے ہوئے نیچے جھکی اور وہ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ اٹھالیا۔

"یااللہ! اتنا...... بڑا دھوکا"۔ رابیل کے بدن سے جیسے جان ہی نکل گئی تھی، وہ بہت بری طرح وارڈ روب کے پٹ سے ٹکرا کے پکے ہوئے پھل کی طرح نیچے گری تھی۔ وہ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ عیسیٰ علوی ولد موسیٰ علوی کے تھے جو حال ہی میں بنوائے گئے تھے، جن پر درج تاریخ کے مطابق عیسیٰ کی عمر تقریباً 33 سال تھی۔ اور تصویر بھی وہی چسپاں تھی جو وہ البم میں دیکھ چکی تھی، یعنی جسے وہ عیسیٰ کا بیٹا سمجھ رہی تھی وہ دراصل خود عیسیٰ تھا اور وہ داڑھی والے بزرگ عیسیٰ کے والد موسیٰ علوی تھے، اور وہ لڑکی جس کی شادی کی تصاویر تھیں عیسیٰ کی بہن عظمیٰ تھی، اور والدہ عاصمہ تھیں۔

"عیسیٰ، نے مجھے اتنا بڑا دھوکا کیوں دیا؟ یہ بہروپ کیوں بدلا؟ یہ ڈرامہ کیوں کیا؟" رابیل کے دل میں، دماغ میں بس یہی ایک سوال بار بار چیخ رہا تھا، وہ اتنی بے دم ہو رہی تھی کہ رونے کی بھی ہمت نہیں تھی اس میں، وہ کتنی دیر تلک وہیں گم صم بیٹھی رہی۔

"رابیل! تمہارے سوال کا جواب شاید اسٹڈی میں ہی موجود ہو، جہاں سے تمہیں البم ملا تھا وہیں دوبارہ جا کر دیکھو شاید کوئی چیز ہاتھ آجائے"۔ رابیل کے دماغ میں بجلی کی سی تیزی سے یک دم یہ خیال آیا تو وہ اپنی تمام تر ہمت جمع کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وارڈ روب بند کر کے کمرے سے باہر نکلی تو اسے یہ گھر اپنا آپ بہت اجنبی سا لگا۔

"رابی بیٹی! کھانا لگا دوں؟" انابی نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔

"نہیں"۔ وہ آہستہ سے جواب دیتی مرے مرے قدم اٹھاتی اسٹڈی میں آگئی اور کرسی پر گر سی گئی۔ دراز کھول کر البم نکالا دوبارہ ایک ایک تصویر دیکھی شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر لگی تصویروں کو البم میں لگی عیسیٰ کی تصویروں سے میچ

کیا، وہ عیسیٰ ہی تھا، البم واپس رکھ کر اس نے تمام درازوں کو کھولا ٹٹولا، بالآخر ایک سیاہ رنگ کی ڈائری اس کے ہاتھ لگ گئی، رابیل نے تیزی سے ڈائری کھولی اور صفحات پلٹے تو ڈائری کا لکھا ہوا آخری صفحہ اس کے سامنے تھا، لکھا تھا۔

"آج رابیل نے مجھ سے دور جانے کی بات کی، وہ مجھ سے طلاق مانگ رہی تھی، مجھے اس پل یوں لگا جیسے کوئی میری سانسیں بند کر رہا ہو، جیسے میری زندگی مجھ سے چھین رہا ہو، میں کیسے بتاؤں اسے کہ میں اسے کتنا چاہتا ہوں؟ وہ چلی گئی تو میں نہیں جی پاؤں گا رابیل کے بغیر۔ میں اسے سب سچ بتا دوں گا، بہت جلد، یقیناً وہ مجھے معاف کر دے گی"۔

"عیسیٰ! اگر مجھ سے پیار تھا تو اعتبار کیوں نہیں کیا میرا؟" وہ باآواز اس سے مخاطب تھی، پھر روتے ہوئے مزید صفحے پیچھے کی طرف پلٹے تھے۔ کچھ اور انکشاف ہو رہے تھے اس پر۔

"غلطی ہو گئی تھی مجھ سے، ہاں ماہا کو سمجھنے میں غلطی ہو گئی تھی، سب نے مجھے سمجھایا، مما نے، پاپا نے عظمیٰ نے بھی نے سمجھایا کہ ماہا ایک آزاد خیال لڑکی ہے، وہ گھر بسانے والی لڑکی نہیں ہے، اسے صرف میری دولت سے محبت ہے صرف دولت سے لیکن میں ہی نہیں سمجھا، مجھ پر تو اس وقت اس کے عشق کا بھوت سوار تھا، میں نے سب کی مخالفت کے باوجود ماہا سے شادی کر لی اور تین ماہ میں ہی مجھے اس نے اپنے رویے اور عمل سے اتنا بدظن کر دیا کہ میں نے اسے طلاق دے دی۔ وہ میری دولت ہتھیانے کے چکر میں تھی، اس کی دوستی سرکل کے کئی مردوں کے ساتھ تھی، اور میں جو چاہتا تھا کہ میری بیوی صرف میری ہو کر رہے، میرے بارے میں سوچے، میرا خیال رکھے، میرے چھوٹے چھوٹے کام اپنے ہاتھوں سے کرے، شام کو جب میں آفس سے گھر لوٹوں تو وہ صرف میرے لئے بجی سنوری ہو اور مسکراتے ہوئے میرے استقبال کے لئے کھڑی ہو، کتنا خوش فہم تھا میں، ایسا کچھ بھی نہیں ہوا کیونکہ ماہا اپنی خوشی، اپنی مرضی، اپنا خیال رکھنے کی عادی تھی۔ میں صبح آفس جاتا تو وہ سو رہی ہوتی اور جب شام کو گھر لوٹتا تو وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کہیں باہر انجوائے کر رہی ہوتی، رات کو بہت دیر سے گھر آتا مجھ سے جھگڑنا، میرے خیالات و مطالبات کو دقیانوسی کہہ کر میرا مذاق اڑانا اس کا معمول بن چکا تھا، گھر والے الگ میری اور ماہا کی تو تو، میں میں، سے تنگ آچکے تھے، مما نے ماہا کو سمجھانے کی کوشش کی تو اس نے مما کے ساتھ بھی بدتمیزی کی، میں بہت ضبط اور برداشت سے کام لے رہا تھا آخر کار میرا ضبط اس وقت جواب دے گیا جب ماہا نے اپنا ابارشن کروا لیا، مجھ سے پوچھے بغیر میرے علم میں لائے بغیر اس نے اتنا بڑا اقدام اٹھایا، میرے بچے کا خون کر دیا تھا، میرے ارمانوں کا خون کر دیا تھا، بس پھر فیصلہ کرنے میں ایک لمحہ لگا تھا، ہاں بس ایک لمحہ وہ رشتہ جسے نبھانے کی میں ہر ممکن کوشش کر رہا تھا اسے توڑنے میں ایک لمحہ لگا اور میں نے ماہا کو طلاق دے دی۔ وہ بہت خوش تھی کیونکہ اسے نہ صرف آزادی مل گئی تھی بلکہ حق مہر کے پچیس لاکھ روپے بھی مل گئے تھے، گھر میں ایک سناٹا چھا گیا تھا، اس بھیانک تجربے کے بعد مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا، پھر ثناشہ میری زندگی میں آئی، وہ مما کی دوست کی بیٹی تھی اور مما بھی چاہتی تھیں کہ میں اس سے شادی کر لوں۔ وہ میرے زخموں کا مرہم بن کر آئی تھی۔ مجھے تو ایسا ہی لگا تھا، لیکن بہت جلد اس کی اصلیت بھی میرے سامنے آگئی۔ میں نے اسے اس کے بوائے فرینڈ کے ساتھ شاپنگ مال میں دیکھ لیا، اور جب ان دونوں کے بارے میں معلومات کروائیں تو پتا چلا کہ ان کا افیئر دو سال سے چل رہا ہے اور ثناشہ کا بوائے فرینڈ سرمد چونکہ امیر نہیں تھا۔ صرف ایک گورنمنٹ جاب تھی اس کی اسی لئے اس کے ماں باپ ثناشہ کی شادی اس سے نہیں کرنا چاہتے تھے، اور ثناشہ مجھ سے شادی کر کے میری پراپرٹی اپنے نام کروا کے دوبارہ سرمد کے پاس جانے کی پلاننگ کر رہی تھی۔ تب میں بری طرح ٹوٹ گیا، میرا اعتبار اٹھ گیا عورت ذات پر سے، محبت سے بدظن ہو گیا ہوں میں،

کوئی کسی سے بنا غرض اور بنا لالچ کے محبت نہیں کرتا، میں نے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے، مما، پاپا میری کیفیت سمجھ رہے ہیں مگر وہ مجھے یوں تنہا، اکیلا اور افسردہ نہیں دیکھ سکتے۔ ان کی خواہش ہے میں کسی اچھی سی لڑکی سے شادی کر کے اپنا گھر بسالوں "اچھی سی لڑکی" تو شاید میرے نصیب میں ہی نہیں ہے، ہر لڑکی لالچی ہے، مطلبی ہے، اس لئے اب یہ ٹاپک میں نے ختم کردیا اور اپنی پوری توجہ اپنے بزنس پر مرکوز کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے"۔

"اوہ، تو سات سال پہلے عیسیٰ نے شادی کی تھی، بہت برا ہوا ان کے ساتھ"۔ رابیل نے طویل سانس لبوں سے خارج کرتے ہوئے کہا اور کئی صفحے پلٹ دیئے۔ تاریخ اور سن ہر صفحے پر درج تھی۔

"آج مما، پاپا کینیڈا شفٹ ہوگئے ہیں، وہ مجھ سے ناراض ہوکر گئے ہیں کیونکہ میں نے لاکھ ان کے سمجھانے کے باوجود ان کے اصرار کے باوجود شادی کرنے سے انکار کردیا ہے، کینیڈا میں پاپا اپنا بزنس آفس بھی دیکھ لیا کریں گے، عظمیٰ کا سسرال بھی وہیں ہے وہ سب تو ایک دوسرے سے ہر روز ملا کریں گے اور میں...... تو اپنے آپ سے نظریں نہیں ملا پاتا۔ کتنے غلط فیصلے کرتا رہا میں، ماہا اور نتاشہ نے میرا اعتبار مجھ سے چھین لیا، میرے ماں باپ کو مجھ سے دور کردیا ہے آج مما، پاپا کی ناراضی مجھے مسل رہی ہے میں تو ان کا بہت لاڈلا اور فرمانبردار بیٹا تھا لیکن اب میں ایک خود غرض بیٹا ہوں، ان کا بھی کوئی قصور نہیں ہے وہ اپنی خواہش کے اظہار میں حق بجانب ہیں کیونکہ میں ان کا اکلوتا بیٹا ہوں اور وہ اپنے بیٹے کی اولاد سے اپنے خاندان کو آگے بڑھتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں اور یہ خواہش تو ہر ماں باپ کی ہوتی ہے، مگر میں ان کی یہ خواہش کیسے پوری کروں؟ میں کیسے اب کسی لڑکی پر اعتبار کر پاؤں گا؟ کیسے کسی لڑکی سے محبت کرسکوں گا؟ اور مما، پاپا تو صاف کہہ گئے ہیں کہ جب تک میں ان کے لئے ایک خوبصورت اور نیک سیرت بہو گھر میں نہیں لے آتا وہ پاکستان واپس نہیں آئیں گے، بہت بڑی آزمائش میں ڈال گئے ہیں وہ مجھے، میرے اللہ! مجھ پر رحم کر، مجھے صحیح راستہ دکھا، میں کیا کروں؟" رابیل نے دو، تین صفحے ایک ساتھ پلٹے اور پڑھنے لگی۔

"میں بہت تھکنے لگا ہوں اس تنہائی سے، یہ گھر جو کبھی مما، پاپا کی عظمیٰ کی آوازوں سے ہنسی سے گونجتا تھا اب یہاں خاموشی کا راج ہے۔ میرا دل درد سے بھر گیا ہے، برا بھی میرے ساتھ ہوا اور سزا بھی مجھی کو مل رہی ہے۔ دل چاہ رہا ہے کہ پھوٹ پھوٹ کر روؤں اپنی بے بسی پر، میرے آنسو دیکھنے والا یہاں کوئی نہیں ہے، مما کا جب بھی فون آتا ہے وہ یہ سوال ضرور پوچھتی ہیں کہ "میری بہو ملی کے نہیں" کہاں سے لاؤں ان کے لئے ایسی بہو جو ان کے لئے نیک نیت اور نیک سیرت بھی ہو اور میرے لئے قابل بھروسہ اور قابل محبت بھی ہو؟"

"کیا میرے نصیب میں ہمیشہ تنہا رہنا ہی لکھا ہے؟"

"کیا مجھے کوئی ایسی لڑکی نہیں ملے گی جو مجھے دل سے چاہے گی صرف مجھے، میری دولت کو نہیں؟"

"میں اندر سے بہت ٹوٹ چکا ہوں، کوئی نیا تجربہ کرنے کی ہمت نہیں ہے، مجھ میں۔

"کہاں سے لاؤں مخلص جیون ساتھی؟"

"میرا اعتبار کیسے بحال ہوگا؟ ڈرتا ہوں کہیں پھر سے دھوکا نہ کھا جاؤں۔ کبھی کسی کا اعتبار نہیں کرسکوں گا اور کسی کے سامنے سر نہیں اٹھا سکوں گا"۔

"عیسیٰ! میں نے تو آپ کو آپ کے بڑھاپے کے ساتھ قبول کرلیا تھا پھر آپ نے مجھے کیوں دھوکا دیا؟ مجھے تو بتا دیجے"۔ رابیل نے روتے ہوئے خود کلامی کی اور ایک اور صفحہ پلٹا۔

"میں اپنی زندگی میں بہت بڑا رسک لینے جارہا ہوں، یا تو میں ایک مخلص جیون ساتھی پانے میں کامیاب ہوجاؤں گا یا اپنا سب کچھ ہار جاؤں گا، میں نے پھر سے شادی کا فیصلہ کیا ہے۔ اس بار میں کسی غریب لڑکی سے یا کسی

متوسط گھرانے کی لڑکی سے شادی کروں گا۔ میری اور پاپا کی شکل بہت ملتی ہے، اس مشابہت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں پاپا جیسا روپ دھاروں گا، اصلی داڑھی رکھ رہا ہوں، بالوں کو ڈائی کروا کر کچھ گرے کروا لئے ہیں۔ زیرو نمبر کا چشمہ خرید لیا ہے، اس طرح میرا گیٹ اپ بالکل رئیل دکھائی دے گا، انابی اور غفور وغیرہ میرے اس پلان سے آگاہ ہیں، میں ایک ساٹھ برس کے بوڑھے شخص کا گیٹ اپ کر کے سچ مچ بوڑھا لگ رہا ہوں۔ میرا آفس اسٹاف مجھے پہچان نہیں سکا وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ پاپا آئے ہیں، میں نے اخبار میں ضرورت رشتہ کا اشتہار بھی دے دیا ہے، کل کے اخبار میں وہ اشتہار چھپ جائے گا، دیکھنا یہ ہے کہ ایک ساٹھ سالہ کروڑ پتی آدمی کے لئے کون رشتہ لے کر آتا ہے؟ مجھے ایک سادہ مزاج اور نیک سیرت لڑکی کا انتخاب کرنا ہے، اللہ کرے کہ اس بار میں کامیاب ہوجاؤں، میں جانتا ہوں سب مجھ سے میری دولت کے لالچ میں رابطہ کریں گے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ دولت کے لالچ سے ہٹ کر بھی کوئی ایسا انسان ہے جو مجھ سے رابطہ کرے گا۔ کوئی لڑکی ایسی بھی تو ہوگی جسے مجھ سے کوئی لالچ نہ ہو، اگر ایسی لڑکی مجھے مل گئی تو اس کی فیملی کو میں خود مالی مدد دوں گا، بس کوئی اچھی اور مخلص لڑکی مجھے مل جائے، اگر ایسا ہوگیا تو میری لائف بن جائے گی۔ مما، پاپا واپس گھر آجائیں گے اور مجھے اس تنہائی اور کرب سے نجات مل جائے گی"۔ رابیل نے اگلا صفحہ پلٹا۔

"آج ضرورت رشتہ کا اشتہار چھپ گیا ہے۔ اور اب تک بے شمار فون آچکے ہیں لیکن ایک صاحب نے مجھے چونکا دیا، شفیق حسین نام ہے ان کا ان کی چھ بیٹیاں ہیں، سب کے نام بتا رہے تھے۔ جس لڑکی کے رشتے کے لئے انہوں نے مجھے فون کیا تھا اس کا نام "رابیل" ہے، بہت خوبصورت نام ہے، مجھے پسند ہے یہ نام ہمیشہ سے میں نے انہیں گھر آنے کے لئے کہا ہے"۔ رابیل نے جلدی سے صفحہ پلٹ دیا۔

"رابیل نے مجھ سے میرے گھر آکر ملنے سے صاف انکار کردیا ہے، آج اس کے والد کا فون آیا تھا وہ فون آف کرنا بھول گئے تھے اور میں نے ان کی ساری گفتگو سن لی۔ رابیل مجھ سے کسی ہوٹل میں، آفس میں کہیں نہیں ملنا چاہتی اس کا کہنا ہے کہ مطلب مجھے ان سے ہے لہٰذا مجھے شریفانہ طریقے سے ان کے گھر رشتہ لے کر آنا چاہئے۔ مجھے اس کے خیالات اچھے لگے، میں اس سے ملنا چاہتا ہوں کیا خبر رابیل ہی وہ گوہر نایاب ہو جس کی مجھے تلاش ہے"۔ رابیل نے جستجو سے اگلا صفحہ پلٹا۔

"آج میں رابیل کے اسکول گیا تھا اس سے ملاقات کے لئے، اسے خود اندازہ نہیں تھا کہ میں اس سے ملنے اس کے اسکول بھی آسکتا ہوں، وہ مجھے بہت مختلف لڑکی لگی۔ باوجود اس کے کہ اس کے والد نے خود مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ رابیل کا انداز گفتگو اور اعتماد بلا کا تھا، وہ میک اپ اور جیولری کی آرائش وزیبائش سے پاک، سادگی میں بھی غضب کی حسین لگ رہی تھی، بلاشبہ رابیل بہت حسین وجمیل لڑکی ہے، والدین پر چھ بیٹیوں کی شادی کی ذمہ داری ہے اسی لئے انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا ہے تاکہ ایک بیٹی کا بوجھ تو کم ہوسکے۔ اور یقیناً انہیں مجھ سے توقع ہوگی کہ میں انہیں سپورٹ کروں، جو کہ میں کروں گا، کیونکہ میں نے رابیل سے شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے"۔ رابیل کو شرمندگی کے احساس نے گھیر لیا تھا۔ عیسیٰ کو بھی اس کے والدین کی غرض اور لالچ کی سمجھ آگئی تھی اور کیسے نہ آتی، ان سے تو مجبور اور ضرورت مند والدین نے ہی شادی کے لئے بات کی تھی سب اپنی بیٹی کا رشتہ ان سے کر کے اپنے حالات سدھارنے کے چکر میں تھے۔ رابیل آگے پڑھنے لگی۔ اس کی اور عیسیٰ کی شادی کی تاریخ لکھی تھی اوپر۔

"آج میں رابیل کو بیاہ لایا ہوں، دلہن کے روپ میں وہ کسی اور ہی دنیا کی مخلوق دکھائی دے رہی تھی، بے حد حسین، بے حد دلکش اور دل نشین، اس نے جس طرح مجھے میری ساٹھ سالہ عمر کے ساتھ قبول کیا، وہ جس انداز سے

مجھ سے پیش آئی وہ میری حیرت کا ہی نہیں خوشی کا باعث بھی تھا، دل کہتا ہے کہ اس بار میرا انتخاب درست ہے، مگر دماغ کہتا ہے کہ صبر سے کام لو جلد بازی کرنے کی ضرورت نہیں ہے کچھ دن اسے آزما تو لو۔ رابیل مجھے ہر پل اپنی محبت اور خدمت سے جیتنے کے جتن کرتی رہتی ہے اور میں بعض اوقات جان بوجھ کر اسے کوئی سخت بات کہہ دیتا ہوں، طنز کر دیتا ہوں اس پر مگر وہ خوشدلی سے سہہ جاتی ہے، اس کے خلوص پر یقین کرنے لگتا ہوں تو گزشتہ تجربات کی تلخی مجھ پر غالب آنے لگتی ہے اور اس معصوم لڑکی کو ہرٹ کر بیٹھتا ہوں۔ اس پر اس کے خلوص پر شک کرنے لگتا ہوں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں رابیل سے پیار کرنے لگا ہوں، اور یہ ایسا احساس ہے کہ جس نے مجھے برسوں بعد بہت انوکھی خوشی بخشی ہے۔

''رابیل کو اولاد کی خواہش ہے، مجھے بھی ہے مگر میں اس ڈرامے کو ختم کرنے کے بعد اپنی فیملی پلان کرنا چاہتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ رابیل ساری حقیقت جاننے کے بعد مجھے معاف کر دے گی۔ وہ بہت لونگ، کیئرنگ اور حساس لڑکی ہے، بے حد مخلص اور با اخلاق، میں بہت مطمئن اور خوش ہوں کہ اس بار میرا انتخاب درست نکلا، میں مما، پاپا کو جلد پاکستان بلالوں گا وہ بہت خوش ہوں گے رابیل سے مل کر انشاء اللہ تعالیٰ''۔

''آج پھر رابیل نے مجھے اپنا کڈنی ڈونیٹ کرنے کی بات کی ہے، اور میں دل ہی دل میں شرمندہ سا ہو کر رہ گیا ہوں اس کی بے پناہ محبتوں نے مجھے احساس جرم اور احساس ندامت میں مبتلا کر دیا ہے، جب میں نے رابیل سے کہا کہ تم میرے لئے اپنی زندگی داؤ پر کیوں لگانا چاہتی ہو، میں نے جتنا جینا تھا جی لیا، تم صبح کی پہلی کرن ہو اور میں، چراغ آخر شب ہوں۔ تو اس نے تڑپ کے مجھے دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ابھرتے آنسوؤں میں میرا دل ڈوب ڈوب گیا۔ وہ کہنے لگی''۔

''میری زندگی کی صبح اور شب آپ کو دیکھ کر ہوتی ہے، مجھے وہ صبح نہیں چاہئے جس میں آپ کا ساتھ میرے ساتھ نہ ہو''۔

''کیا میں واقعی اتنا خوش نصیب ہوں کہ رابیل جیسی حسین لڑکی مجھے اتنی شدتوں سے چاہے؟''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اسے کیسے بتاؤں گا کہ مجھے کوئی مرض لاحق نہیں ہے۔ یہ بھی جھوٹ تھا میری عمر کی طرح، رابیل پلیز مجھے معاف کر دینا یہ سب میں نے مجبوراً کیا ہے''۔

''او مائی گاڈ! ایک اور جھوٹ وہ بھی اتنا سنگین جھوٹ...... عیسٰی، آپ نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ، یہ کون سا طریقہ تھا میرے خلوص کو پرکھنے کا''۔ رابیل نے حیرت اور دکھ سے روتے ہوئے کہا اور پھر سے ڈائری پڑھنے لگی۔

''آج میں رابیل کے لئے گولڈ کے چار بہت خوبصورت اور مہنگے جیولری سیٹ خرید کر لایا ہوں، جو رابیل کو پسند تو بہت آئے لیکن ساتھ ہی اس نے کہہ دیا''۔

''مجھے زیورات پہننے کا، یا جمع کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے پلیز آئندہ ان چیزوں پر پیسے ضائع مت کیجئے گا''۔

''کمال ہے عورتیں تو زیور پر مرتی ہیں''۔ میں نے کہا تھا۔

''لیکن میں تو آپ پر مرتی ہوں، میرے لئے یہ سونے، چاندی کی جھنکار اہم نہیں ہے آپ کا پیار اور اعتبار اہم ہے، ویسے بھی رشتے سونے، چاندی سے نہیں، سونے جیسے سچے اور سچے جذبوں سے پروان چڑھتے ہیں میاں جی''۔ رابیل کے اس جواب نے جہاں مجھے شرمندہ کر دیا اپنے جھوٹ کے سبب، وہیں مجھے خود پر ناز بھی ہونے لگا کہ میری بیوی مجھے دل سے چاہتی ہے۔''

''اوہ تو یہ ہیں آپ مسٹر عیسٰی علوی''۔ رابیل نے ڈائری بند کر دی کیونکہ اسے اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

اس کا اعتبار اس کی ذات کا وقار جو اس سارے کھیل میں مجروح ہوا تھا اس کا حساب کون دے گا۔ اس نے ڈائری اسی جگہ پر رکھ دی جہاں سے اٹھائی تھی اور اسٹڈی سے باہر نکل آئی، انابی نے اس کی حالت دیکھی تو پریشان ہو گئیں۔ اس سے دوبارہ کھانے کا پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلاتی اپنے بیڈروم میں چلی آئی۔ شام کے سائے پھیل چکے تھے، جس دن کے آغاز پر وہ مسکرا رہی تھی، اس دن کے اختتام پر وہ اشک بہا رہی تھی، اس نے اپنا سیل فون اٹھا کر چیک کیا، عیسٰی کی تین مسڈ کالز تھیں، سیل واپس رکھ دیا۔ اور بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگی۔ جسم سے تو جیسے ایک دم سے جان ہی نکل گئی تھی۔ تھکن پورے بدن پر طاری تھی وہ دیوار کے ساتھ کھڑی تھی وہیں تھک کر بیٹھ گئی۔

''مجھے کبھی کوئی اس طرح سے بے اعتبار کرے گا، میرا امتحان لے گا، مجھے آزمائے گا، ایسا تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا میں نے، کیا عیسٰی کو یہ خیال نہیں آیا کہ حقیقت جاننے پر میرا دل کس طرح ٹوٹے گا، میرا اعتبار کیسے تار تار ہو گا؟ جو درد وہ خود جھیل چکے تھے، وہی درد انہوں نے اتنی آسانی سے مجھے دے دیا، انہیں ذرا سا بھی احساس نہیں ہوا کہ ان کے اس عمل سے میرا اعتبار بھی تو جاتا رہے گا، میرا دل بھی تو دکھ سے بھر جائے گا۔ اتنا بے وقعت کر دیا ہے انہوں نے مجھے، میری ہی نظروں میں''۔ وہ عیسٰی کا شناختی کارڈ اور پاسپورٹ ہاتھ میں لئے سوچوں کے بھنور میں گم اشکبار تھی، اس کا دل دکھ سے بھرا ہوا تھا، اور یہ بات اسے اور زیادہ رلا رہی تھی کہ گھر کے ملازمین بھی عیسٰی کے ساتھ اس کھیل میں شامل تھے، اسے ان سب نے مل کر اتنا بڑا دھوکا دیا تھا، بے وقوف بنایا تھا، بے وقعت کر دیا تھا، اتنا ارزاں اور بے حیثیت سمجھا تھا کہ اسے اپنی آزمائش کی بھٹی میں جلا ڈالا، رابیل کا روم روم اس ذلت اور بے اعتباری کی آگ میں جھلس گیا تھا، وہ اپنے بے وقوف بنائے جانے پر اپنے آپ کو کوسنے کے قابل بھی نہیں رہی تھی اس وقت۔

☆

عیسٰی بہت فکرمندی سے گھر میں داخل ہوا تھا، اس کے ہاتھوں میں سرخ گلابوں کا بکے بھی تھا جو اس نے رابیل کے لئے خریدا تھا۔ انابی نے اسے فون کر کے بتایا تھا کہ رابیل کی طبیعت انہیں ٹھیک نہیں لگ رہی، اس نے صبح سے کچھ نہیں کھایا اور یہ کہ وہ بس اپنے کمرے میں بند ہے، عیسٰی کو بھی فکر لاحق ہوئی کیونکہ اس نے کئی بار اسے کال کی تھی لیکن رابیل نے اس کی کال اٹینڈ نہیں کی تھی، عیسٰی اس بات سے بے خبر تھا کہ وہ ساری حقیقت جان چکی ہے اور اس وقت کس کرب اور اذیت سے گزر رہی ہے، اور اس سے بے حد خفا ہے۔

''رابیل!'' عیسٰی نے بیڈروم میں قدم رکھا تو کمرے میں اندھیرا دیکھ کر وہ گھبرا گیا، جلدی سے لائیٹ آن کی، رابیل کی تلاش میں تیزی سے نظریں دوڑائیں تو اسے دیوار سے ٹیک لگائے، بے سدھ بیٹھے دیکھ کر اس کا دل ایک لمحے کو رک سا گیا۔ بکے بیڈ پر پھینکتا وہ بڑی سرعت سے اس تک پہنچا تھا، وہ شاید روتے روتے سو گئی تھی، اس کی گردن دائیں جانب ڈھلکی ہوئی تھی، اس کی یہ حالت عیسٰی کی جان نکالنے کو کافی تھی۔

''رابیل، رابی، پلیز ویک اپ بے بی''۔ عیسٰی نے اس کے چہرے کو ہاتھوں میں سمو کر بے قرار و اضطراری کیفیت میں گھر کر اسے مخاطب کیا۔ رابیل نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھول دیں، عیسٰی کا چہرہ اس کی نگاہوں کے عین سامنے تھا، نقلی چہرہ، بہروپ بھرا چہرہ، جھوٹا چہرہ، اس کی آنکھوں میں مرچیں سی لگ رہی تھیں، سرخ، سوجھی ہوئی آنکھوں سے پھر اشک بہہ نکلے۔

''رابیل! کیا ہوا ہے؟ یہ تم نے اپنی کیا حالت بنالی ہے چند گھنٹوں میں، تمہارے میکے میں تو سب خیریت ہے نا؟'' عیسٰی نے بے چینی بے قراری سے پوچھا تو رابیل نے درد سے بلبلاتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ جھٹک

دیئے۔

"مت چھوئیں مجھے، مرگئی ہے رابیل"۔

"رابیل......" عیسٰی تڑپ اٹھا۔

"کتنی بڑی بے وقوف ہوں نا میں، بدھو، کم عقل ہوں میں، میں، یہ بھول ہی گئی تھی کہ ایک خریدی ہوئی چیز ہوں میں، اور خریدے ہوئے مال کہ ساتھ جو چاہے سلوک کرو، مگر، مجھے اتنا دکھ کیوں ہو رہا ہے، شاید اس لئے کہ میں کوئی چیز نہیں ہوں، انسان ہوں، جسے جب چوٹ لگتی ہے تو تکلیف بھی ہوتی ہے"۔ وہ روتے ہوئے بولتی عیسٰی کا دل ہولا رہی تھی، وہ تڑپتے ہوئے بولا۔

"رابیل! تم زندگی ہو میری، تم نے تو مجھے جینا سکھایا ہے۔ تم خریدی ہوئی چیز کیوں سمجھتی ہو خود کو، پلیز ایسا کہہ کر مجھے گناہگار مت کرو، میں تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتا، مجھے بتاؤ کس نے چوٹ پہنچائی ہے تمہیں؟ کس نے تکلیف دی ہے تمہیں؟"

"آپ نے"۔ رابیل نے بھیگتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"میں نے"۔ عیسٰی کا دل بہت زور سے دھڑکا تھا۔

"جی آپ نے، سزا دیں گے خود کو؟"

"کیا جرم ہے میرا؟" عیسٰی نے مری مری آواز میں پوچھا تو رابیل نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کھول دیا، جس میں عیسٰی کا شناختی کارڈ اور پاسپورٹ اس کی تکلیف اور چوٹ کا سبب ظاہر کر رہا تھا۔

"اوہ شٹ......" عیسٰی گھبرا گیا، اس نے بے بسی سے اپنا ہاتھ دیوار پر مارا، اور وہ دونوں چیزیں اس سے لے لیں۔

"کسی کا دل اور اعتبار توڑنے کی کیا سزا ہوتی ہے مسٹر عیسٰی علوی"۔

"پلیز رابیل! مجھے ایک دم سے یوں پرایا مت کرو، میں نے ایک مخلص جیون ساتھی کے لئے ایسا کیا، میرا اعتبار ٹوٹ گیا تھا اور"۔

"اور آپ نے میرا اعتبار توڑ دیا، مجھے توڑ دیا"۔ وہ روتے ہوئے بولی۔

"پلیز، مجھے معاف کر دو، میں تمہیں سب کچھ بتاؤں گا"۔

"مجھے کچھ نہیں سننا اب پلیز جایئے یہاں سے، مجھے تنہا چھوڑ دیں"۔ وہ دکھ اور غصے سے چیخ کر بولی۔

"رابیل! ٹرسٹ می، میں آج رات تمہیں ساری سچائی بتانے والا تھا، میں نے سوچا تھا کہ ہم ڈنر کے بعد گھر آئیں گے تو آج میں اس ڈرامے کا اینڈ کر دوں گا"۔

"اینڈ تو کر دیا آپ نے، ہو گیا اینڈ آپ کے اس ڈرامے کا"۔ رابیل اپنے آنسو آستینوں سے صاف کرتی اپنی ہمت جمع کرتی ہوئی کھڑی ہونے لگی تو لڑکھڑا گئی، عیسٰی نے فوراً اسے سنبھال لیا، مگر اس نے اس کے ہاتھ پھر سے جھٹک دیئے۔

"رابیل! کہاں جا رہی ہو؟ پلیز تم ریسٹ کرو میں تمہیں ہر بات بتا دوں گا"۔ وہ بے قراری سے اس کے سامنے آیا۔

"جو انسان خود کسی دکھ اور اذیت سے گزرا ہو وہ وہی دکھ اور اذیت کسی دوسرے انسان کو کیسے دے سکتا ہے، میں نے تو کچھ نہیں مانگا تھا آپ سے، سوائے، آپ کے پیار اور اعتبار کے، اور آپ نے"۔ وہ روتے ہوئے بولتے بولتے سسکنے لگی بات مکمل نہ کر سکی۔

"شاید زندگی اور لوگوں کو سمجھنے کی بہت غلط اپروچ ہے میری، ہمیشہ غلطیاں ہی کی ہیں میں نے، پہلے غلط انسان پر اپنے جذبے لٹا دیئے، محبت اور اعتبار کر لیا۔ اس نے ایسا بے اعتبار کر دیا کہ جب صحیح انسان میری زندگی میں آ گیا تو میں اعتبار کرنا چھوڑ چکا تھا، ہمیشہ مجھ سے ہی غلطی ہوتی ہے اس بار بھی میں ہی قصوروار ہوں۔ میں ہی غلط ہوں، مجھے جو چاہو سزا دے دو لیکن مجھے چھوڑ کر مت جانا پلیز رابیل، میری غلطی کی اتنی بڑی سزا مت دینا مجھے"۔ عیسٰی نے پرنم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے دلگیر اور کربناک لہجے میں کہا تو رابیل کو اس پر ترس آنے لگا، وہ ساری حقیقت جان تو چکی تھی، مگر اپنے دل کا کیا کرتی جو دکھ سے دوچار تھا، اپنی ذات کی بے اعتباری کے دکھ سے وہ بنا کچھ کہے دروازے کی جانب بڑھنے لگی تھی کہ عیسٰی نے بے چینی سے اس کا راستہ روکا۔

"مت جاؤ رابیل! یاد ہے تم نے کہا تھا کہ مجھے جیتے جی تو نہیں چھوڑو گی"۔ عیسٰی نے اس کی بات یاد دلائی۔

"مر کے تو چھوڑ سکتی ہوں نا"۔

"رابیل! نہیں"۔ عیسٰی کی روح تک کانپ کر رہ گئی۔

"رابیل! تم کس حق سے عیسٰی کو الزام دے رہی ہو تم تو ان کے احسانات تلے دبی ہوئی ہو، تمہاری فیملی پر ان کے لاکھوں روپے کے احسانات ہیں، اگر انہوں نے ایک جھوٹ بول دیا ہے تم سے محض ایک مخلص ساتھی کے لئے تو کون سا بڑا گناہ کیا ہے، تمہارے ماں باپ نے بھی تو لالچ میں، اپنی ضرورت کے تحت ہی عیسٰی سے تمہاری شادی کی تھی نا، پھر بھلے عیسٰی تم سے محبت کرتے یا نفرت، تمہارے ساتھ جیسا بھی سلوک روا رکھتے تمہیں ہنسی خوشی سہنا تھا، قربانی کا مطلب تو یہی تھا نا۔ جب اپنوں کے لئے قربانی دے دی تو شکوے، گلے کی گنجائش کہاں سے نکل آئی۔ تمہیں تو عیسٰی کو جو ہے جیسا ہے کی بنیاد پر قبول کرنا تھا نا اور تم نے کیا بھی، تو اب اگر وہ بوڑھے نہیں ہیں، جوان ہیں تو یہ تو تمہارے لئے بھی خوشی کی بات ہے اب تمہارے رشتے داروں کو تمہارے متعلق الٹی سیدھی باتیں بنانے کا موقع نہیں ملے گا"۔ رابیل کا دماغ اسے سمجھا رہا تھا، وہ سب سمجھ رہی تھی۔ لیکن اس لمحے دل کو کیسے سمجھاتی، اپنی آن، انا پر جو چوٹ پڑی تھی اسے کیسے بھلا پاتی، وہ شدید ذہنی و قلبی انتشار کا شکار تھی، اچانک سے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، سر چکرا گیا، اس نے خود کو گرنے سے بچانے کے لئے دیوار کا سہارا لینا چاہا مگر عیسٰی جو اسی کو دیکھ رہا تھا، اس کی اس حالت پر فوراً بڑھ کر اسے سنبھالا تھا۔

"رابیل! تم ٹھیک تو ہو نا"۔ وہ اس کے گالوں کو چھو رہا تھا، اسے لگا جیسے رابیل کو ہلکا سا بخار ہے۔

"آؤ ادھر لیٹ جاؤ، یہ کیا حالت بنا لی ہے تم نے اپنی"۔ عیسٰی نے پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور بیڈ پر بٹھا دیا۔ رابیل نے ناراض نظروں سے اسے دیکھا۔

"آئی نو، میری وجہ سے تمہاری یہ حالت ہوئی ہے اور اب ٹھیک بھی میں ہی کروں گا"۔ عیسٰی نے اس کی آنکھوں میں لکھا شکوہ پڑھتے ہوئے اسے پانی پلاتے ہوئے کہا۔

"لیٹ جاؤ، میں انابی سے کہتا ہوں وہ تمہارے لئے کھانا لے آئیں"۔ عیسٰی نے اسے بیڈ پر لٹا دیا، اور کمبل اوڑھایا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے"۔ رابیل نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

"بھوک کیسے نہیں ہے؟ تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا"۔

"آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے"۔ وہ رکھائی سے بولی۔

"ضرورت ہے میری جان! کیونکہ تم میری بیوی ہو، میری زندگی ہو"۔ عیسٰی نے بہت محبت سے اس کے بالوں

میں ہاتھ پھیرا۔

"بیوی اور زندگی کے ساتھ کوئی، ایسا کرتا ہے کیا؟"

"نہیں، تمہارا شکوہ اور ناراضی بجا ہے، میں نے اپنی غرض کے لئے یہ سب کیا، میں کڈنی پیشنٹ بھی نہیں ہوں۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا تھا، اس لئے یہ معاملہ طویل ہوگیا اور جب دل و دماغ مکمل طور پر تمہارے پیار خلوص پر اعتبار کرنے لگے تو تمہیں سب معلوم ہوگیا میں خود تمہیں بتانا چاہتا تھا لیکن میں نے دیر کر دی مجھے ایسی لڑکی چاہئے تھی جو صرف میری ذات سے محبت کرتی، میں جیسا بھی تمہارے سامنے تھا تم نے مجھ سے محبت کی اور یہی میں چاہتا تھا۔ مگر اس چاہ میں، میں نے تمہارا دل دکھا دیا، کبھی کبھی کچھ صحیح کرنے کے لئے، کچھ غلط تو کرنا پڑتا ہے نا کچھ اچھا کرنے کے لئے کچھ برا بننا پڑتا ہے، آئی نو، میں بہت برا ہوں۔ مگر میں جیسا بھی ہوں صرف تمہارا ہوں، تم سے بہت پیار کرتا ہوں، مجھے چاہت تمہاری ہے صرف تمہاری چاہت ہے، تمہاری محبت پا کر تو میں پھر سے جی اٹھا ہوں، مجھ سے اپنی محبت اور چاہت، دور مت کرنا رابیل، آئی ریئلی لو یو"۔ عیسٰی نے بے اختیار روتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر بھیگتے لہجے میں کہا اور اس کا ہاتھ ہونٹوں سے لگا کر چھوڑ دیا، اور اپنی آنکھیں صاف کرتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"عیسٰی، لو یو ٹو"۔ رابیل پھر سے رو پڑی۔

"انابی! رابیل، ساری حقیقت جان گئی ہے"۔ عیسٰی نے انابی کے کمرے میں آ کر بتایا تو وہ ہراساں سی ہو کر بولیں۔

"ہیں یہ کیسے ہوا؟"

"پتا نہیں کیسے میرا شناختی کارڈ اور پاسپورٹ آج اس کو مل گیا، اس نے رو رو کر اپنی حالت خراب کر لی ہے پلیز آپ اسے کھانا کھلا دیں، وہ کھا کر سوئے گی تو طبیعت بہتر ہوگی"۔

"کیا وہ ناراض ہے آپ سے؟"

"ظاہر ہے اتنا بڑا کھیل، کھیلا ہے ہم نے اس کے ساتھ اسے دکھ تو ہونا ہی تھا نا، میں نے اچھا نہیں کیا اس کے ساتھ اس کے خلوص کو آزمانے کے چکر میں اسے دکھی کر دیا۔ آپ پلیز اس کا خیال رکھیں، میں ایک گھنٹے تک آتا ہوں"۔ عیسٰی کی پریشانی اور بے قراری اس کے چہرے پر رقم تھی۔

"بیٹا، کہاں جا رہے ہیں آپ؟" انابی نے پوچھا۔

"اس گیٹ اپ سے نجات پانے"۔ عیسٰی نے چشمہ اتار کر اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کیا۔

"اب جبکہ رابیل کو میری حقیقت معلوم ہو چکی ہے تو اس سب کو ختم کر کے میں اپنے اصل روپ میں اس کے سامنے آنا چاہتا ہوں، اسے منانا چاہتا ہوں اب مزید ٹائم ویسٹ کرنے سے کیا حاصل؟"

"ہاں ٹھیک ہے۔ اللہ بہتر کرے گا آپ پریشان نہ ہوں"۔ انابی نے اسے تسلی دی۔ وہ گاڑی لے کر باہر نکل گیا۔

......☆......

رابیل نے اپنے گھر فون کیا۔ شمسہ بیگم کو عیسٰی کے اصل روپ کے بارے میں بتایا تو وہ حیرت اور مسرت سے چیخ اٹھیں۔

"ہائے بچی...... یہ تو تم نے بہت بڑی خوشخبری دی ہے۔ یا اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے میری سب سے حسین اور پیاری بیٹی کا دولہا بھی اس کی طرح جوان اور خوبصورت ہے۔ بس مجھے تو یہی احساس بے چین کئے رکھتا تھا کہ ہم نے اپنے مفاد کے لئے تمہیں ایک بوڑھے سے بیاہ دیا، لیکن سوہنا رب، کتنا مہربان ہے اس نے تم پر اپنا خاص کرم فرمایا ہے"۔

"جی امی!" وہ گہرا سانس لے کر بولی۔

"تم کیوں دکھی ہو رہی ہو؟"

"کیوں امی؟ کیا میں انسان نہیں ہوں؟ میرے سینے میں دل نہیں ہے کیا؟ مجھے دکھ نہیں ہوا یہ سب جان کر، ایک دم سے آپ کے شریک زندگی کا چہرہ بدل جائے اس کی اصلیت سامنے آ جائے تو کیا اتنا آسان ہوتا ہے اسے فوراً سے قبول کر لینا؟" رابیل نے بھڑک کر کہا۔

"میں تمہارا درد سمجھ رہی ہوں بیٹی، لیکن میری ایک بات یاد رکھنا، عیسٰی بہت اچھا انسان ہے، اس ذرا سی بات پر انہیں چھوڑ کر مت آ جانا، ارے لڑکیاں تو ایسے اچھے رشتوں کے لئے ترستی ہیں، تمہیں اللہ نے قسمت سے ایسا اچھا شوہر دیا ہے تو اب اس کی قدر پہلے سے زیادہ کرنا"۔

"اور کچھ......" رابیل اس وقت چڑی ہوئی تھی بیزاری سے بولی۔

"بس اب زیادہ ملال کرنے یا دکھی ہونے کی ضرورت نہیں ہے، خوش رہو، اور کل اتوار ہے نا، تم دونوں ہماری طرف آ جاؤ، عیسٰی کو ہم بھی تو دیکھیں کیسا ہے اصل میں؟"

"امی! فی الحال ہم نہیں آ رہے اور نہ ہی آپ کو یہاں آنے کی ضرورت ہے معاملات سیٹ ہو جائیں تب دیکھیں گے"۔

رابیل نے فوراً منع کر دیا۔ انہوں نے بھی اس کی دلی کیفیت کو سمجھتے ہوئے اصرار نہیں کیا اور فون بند کر دیا۔

......☆......

"رابی بیٹی! کھانا کھا لو"۔ انابی ٹرے میں کھانا لئے اس کے سامنے موجود تھیں۔

"آپ بھی اس کھیل میں شامل تھیں ناں؟" رابیل نے انہیں خفگی سے دیکھا تھا، وہ ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر اس کے پاس بیڈ کے کنارے پر ٹک گئیں۔

"ہاں لیکن بیٹی! ہمارا مقصد تمہیں دھوکا دینا یا نقصان پہنچانا ہرگز نہیں تھا، عیسٰی بابا بہت دل والے ہیں، بہت نیک سیرت ہیں، وہ تو ہم نوکروں کا اتنا خیال رکھتے ہیں پھر بھلا اپنی بیوی کو کیسے دکھی کر سکتے ہیں، انہیں ماہا اور رناشہ جیسی لڑکیوں نے عورت ذات سے، بیوی کے رشتے سے بدظن کر دیا تھا، وہ تم سے بہت پیار کرتے ہیں، ڈرتے ہیں کہ کہیں تم انہیں چھوڑ کر نہ چلی جاؤ، بیٹی، عیسٰی، سونے جیسا مرد ہے، اور ہیرے جیسا دل ہے عیسٰی کا انہیں اس غلطی کے لئے معاف کر دو، میں تمہیں بتاتی ہوں کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟"

"کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے انابی! میں سب کچھ جان چکی ہوں"۔ رابیل نے فوراً ہی انہیں کچھ بھی بتانے سے روک دیا۔ وہ رو رو کر، دکھ، صدمے، حیرت اور غصے سے بے حال ہو کر تھک چکی تھی، اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا آنکھیں درد اور سوجن سے بند ہوئی جا رہی تھیں۔

"اگر سب کچھ جان گئی ہو تو مجھے یقین ہے کہ تم کوئی غلط فیصلہ نہیں کرو گی، اپنے ہاتھوں سے عیسٰی کی موت کا پروانہ نہیں لکھو گی"۔ انابی نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟" وہ تڑپ اٹھی عیسٰی کی موت کے ذکر پر۔

"ہاں بیٹی! عیسٰی کو میں نے پالا ہے، ان کی ماں سے زیادہ میں جانتی ہوں عیسٰی بابا کو، وہ تمہاری محبت اور چاہت

پا کر اتنے خوش ہیں کہ اگر تمہاری محبت انہیں نہ ملی تو وہ جی نہیں پائیں گے، بہت چاہتے ہیں وہ تمہیں، اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہو تم انہیں"۔ انابی کے انکشافات رابیل کا دکھ کم کرنے کے لئے مددگار ثابت ہو رہے تھے، انابی واپس چلی گئیں تھیں، رابیل کی آنکھوں میں آنسو پھر سے امنڈ آئے تھے، اسے عیسیٰ کے آنسو بے چین کر رہے تھے، جو اسے اپنی دلی کیفیت بتانے اور اسے منانے کے جتن کرتے ہوئے بہہ نکلے تھے، عیسیٰ کے آنسو اس کی محبت کا ثبوت تھے، وہ اسے ناراض نہیں رکھنا چاہتا۔ اسے ہر قیمت پر منالینا چاہتا تھا یہ تو وہ سمجھ گئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اسے رلا کر خود بھی تو رویا تھا۔

"جو آپ کو رلا کر آپ کو منالے اس سے پیار کرنا چاہئے، اور جو آپ کو رلا کر خود بھی آنسو بہائے اس پر اعتبار کرو، کیونکہ جو آپ کو رلا کہ آپ کو منالے وہ آپ کا سچا دوست ہے، اور جو آپ کو رلا کر خود بھی آنسو بہائے وہ آپ کا سچا پیار ہے، سچا پیار کرنے والا ہے"۔ رابیل سوچوں کی یلغار سے تھک کر نیند کی وادی میں جا پہنچی۔ عیسیٰ گھر آیا تو رات کے دس بج رہے تھے، وہ آئینے کے سامنے کھڑا اپنا پرانا روپ دیکھ رہا تھا، کلین شیو چہرہ بنا چشمے کے ڈارک براؤن روشن آنکھیں، ڈارک براؤن بال جواب بہت اسٹائلش انداز میں سیٹ کروا کے آیا تھا وہ۔ بھرا بھرا کسرتی بدن، وہی دلکشی جس پر اس کی یونیورسٹی کی اور خاندان کی لڑکیاں مرتی تھیں، پھر سے وہ اسی دلکشی میں لوٹ آیا تھا، آج اسے خود بھی اپنا آپ، نیا نیا سا لگ رہا تھا، اس نے شاور لے کر سادہ شلوار قمیض زیب تن کیا اور رابیل کے پاس چلا آیا جو گہری نیند میں تھی، ٹرے میں کھانا جوں کا توں دھرا تھا، عیسیٰ نے بے چینی سے اپنے لب بھینچ لئے، جھک کر رابیل کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو اسے احساس ہوا کہ اس کا بخار بڑھ چکا ہے، نیند سے جگانا بھی مناسب نہ لگا۔

"یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے، اتنی معصوم اور حساس دل کی مالک اس لڑکی کا دل دکھایا ہے میں نے، کتنا بڑا دھچکا لگا ہوگا اسے یہ سب جان کر، اوہ گاڈ! میں کیا کروں؟ اے اللہ میری مدد کر، اور مجھے معاف کر دے میری ہر خطا کے لئے، ہر جھوٹ کے لئے"۔ عیسیٰ نے بے چارگی اور شرمندگی سے با آواز کہا، اور پھر اپنے ایک فیملی فرینڈ اور ڈاکٹر دوست کو فون کر کے گھر بلا لیا۔ ڈاکٹر نے رابیل کا چیک اپ کیا، چند دوائیں لکھ دیں، آرام کرنے کا مشورہ دیا، اور یہ بھی کہا۔

"انہیں کوئی شاک لگا ہے یا کوئی اسٹریس لیا ہے بھابی نے"۔

"اوکے تھینکس یار!" عیسیٰ نے ڈاکٹر وزیر علی کا شکریہ ادا کیا۔

"ویلکم ڈیئر"۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد عیسیٰ نماز عشاء کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اللہ سے رابیل کی صحت یابی کی دعا اور اپنی غلطیوں کی معافی بھی تو مانگنا تھی۔

......☆......

رابیل نے آنکھ کھولی تو عیسیٰ کا اصل چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ وہ شاید رات بھر اس کے سرہانے جاگتا رہا تھا۔ اور کچھ دیر پہلے ہی تھک کر اس کی آنکھ لگی تھی، رابیل نے دیکھا اپنے اصل چہرے کے ساتھ بھی وہ بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔ مگر اس نے ایک دم سے اپنی آنکھیں میچ لیں۔ عیسیٰ کا وہ ساٹھ سالہ شخص کا حلیہ، وہ چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا تھا۔ تین ماہ تک جس چہرے سے پیار کیا، جس کا اعتبار کیا، جس کے سنگ روز و شب بتائے وہ چہرہ وہ اتنی آسانی سے کیسے بھلا سکتی تھی؟ وہ چہرہ پلک جھپکتے ہی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو سکتا تھا، وہ بے بسی سے خود کو سنبھالتی ہوئی آہستگی سے بنا آہٹ کئے بستر سے نکل گئی۔ واش روم جا کر فریش ہو کر آئی تو بھی عیسیٰ اسی پوزیشن میں بیڈ پر نیم دراز تھا، اس نے آہستہ سے کمبل کھول کر اس پر پھیلا دیا، جونہی کمبل پھیلا کر ہٹنے لگی چکرا کر اس پر گر گئی،

عیسیٰ نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولی تھیں۔

"رابیل......" عیسیٰ نے اسے شانوں سے تھاما۔

"سوری، میں کمبل ڈال رہی تھی کے چکر آ گیا"۔ وہ شرمندہ سی کھسیانی ہو کر اٹھتے ہوئے بولی وہ مسکرا دیا۔ اسے اپنی بیماری میں بھی اس کا خیال تھا، یہ احساس عیسیٰ کے لئے بہت خوش کن تھا۔

"تم خود کیوں اٹھیں؟ مجھے جگا دیا ہوتا تمہارا بخار بہت تیز ہے چلو لیٹو ادھر"۔ عیسیٰ نے اسے پکڑ کر اس کی جگہ پر لٹا دیا۔

"ناشتے کے بعد تمہیں دوا کھا کے آرام کرنا ہے"۔ وہ کہہ رہا تھا مگر رابیل سر تک کمبل تان چکی تھی۔ انابی ناشتہ لے آئیں۔ رابیل نے بمشکل تھوڑا سا دلیہ کھایا اور دوا کھا کر دوبارہ لیٹ گئی، عیسیٰ نے نوٹ کیا تھا کہ رابیل اس کی طرف دیکھ نہیں رہی ہے، وہ اس کی وجہ اور رابیل کی کیفیت کو سمجھ رہا تھا، جبھی پریشان اور پشیمان ہو رہا تھا۔ دوپہر تک رابیل کا بخار اتر گیا تھا، انابی نے اسے زبردستی یخنی بنا کر پلائی۔ کھانے سے توانائی بحال ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن جسم میں درد تھا، خاص کر ٹانگوں میں وہ اپنے ہاتھوں سے ٹانگیں دبا رہی تھی۔ عیسیٰ کمرے میں داخل ہوا تو اس کی نظر بس لمحے بھر کو اس پر اٹھی تھی، پھر وہ بیک کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

"ٹانگوں میں درد ہو رہا ہے نا، یہ بخار کی وجہ سے ہے، کھاؤ، پیو تا کہ تمہاری انرجی بحال ہو سکے"۔ عیسیٰ اس کے سامنے بیڈ پر آ بیٹھا، وہ اس کی بات کے جواب میں خاموش رہی، نظریں اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں الجھی تھیں۔

"میں دبا دیتا ہوں ٹانگیں"۔ عیسیٰ نے مسکراتے ہوئے ہاتھ اس کی ٹانگوں پر رکھے تو اس نے تیزی سے ٹانگیں سمیٹ لیں۔

"مت ہاتھ لگائیں مجھے"۔

"کیوں...... شوہر ہوں میں تمہارا؟" وہ بے کل ہو کر بولا۔

"آپ میرے شوہر نہیں ہیں، وہ کوئی اور تھے، میں نہیں پہچانتی آپ کو، جائیں یہاں سے میں نہیں دیکھنا چاہتی آپ کو، میرے عیسیٰ نہیں ہیں آپ"۔ وہ بھیگتی آواز میں بولی۔

"میں تمہارا عیسیٰ ہی ہوں جان! پلیز ایسا مت کہو، آئی لو یو رابیل"۔ وہ اس کو محبت و حسرت سے دیکھ رہا تھا، "خود یہ بتی تو رونے ہو سکتے ہو وہ جو ہم کہا تھا کیا وہ عشق نہیں تھا"۔ رابیل نے جواباً کیا ـــــ تھا تو وہ بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گیا۔

"تب مجھے بھروسہ نہیں تھا تم پر، تمہاری چاہت اور محبت پر، بھروسہ ہوا تو سمجھ میں نہیں آیا کہ تمہیں کیسے بتاؤں؟ ڈرتا تھا کہ کہیں تم حقیقت جان کر، مجھے چھوڑ کر نہ چلی جاؤ، بھروسہ اور اعتبار ٹوٹنے کے دکھ اور درد سے واقف ہوں میں اسی لئے بتا نہیں پایا"۔ عیسیٰ ندامت اور بے بسی میں گھرا تھا۔

"یہ ڈائری پڑھ لینا، شاید تمہیں میری مجبوری کا اندازہ ہو جائے اور تم مجھے معاف کر سکو"۔ عیسیٰ نے اپنی سیاہ ڈائری اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا اور وہ تو اس کی یہ ڈائری پڑھ چکی تھی، سب کچھ جان چکی تھی۔ اس لئے اس نے انکار کر دیا۔

"مجھے نہیں پڑھنی"۔

"پلیز"۔ وہ ملتجی ہوا۔

"مجھے امی کے گھر جانا ہے"۔

”رابیل! تم ایسے کیسے جاسکتی ہو؟“ عیسیٰ کی تو جان پر بن آئی تھی اس کے جانے کے خیال سے ہی وہ تیزی سے بولا۔

”جانتی ہوں میں ایسے نہیں جاسکتی بہت قرض ہے مجھ پر آپ کا، بنا قرض ادا کئے میں یہاں سے کیسے جاسکتی ہوں؟“

”تم غلط سمجھ رہی ہو“۔ عیسیٰ نے اسے دیکھتے ہوئے دکھ سے کہا۔

”صرف اپنی اور میری بات کرو، تم پر میرا کوئی قرض نہیں ہے۔ میں نے اپنی خوشی سے تمہارے والدین کا بوجھ بٹایا ہے، دل سے تمہیں بیاہ کر لایا تھا، میرا کوئی احسان نہیں ہے تم پر، محبت کرتا ہوں تم سے اور محبت ہی چاہتا ہوں تم سے بس“۔

”تو کب نہیں دی میں نے آپ کو محبت“؟ رابیل نے بھرائی آواز میں سوال کیا۔ وہ شرمندہ ہوگیا۔

”آپ نے میری محبت کا، میرے خلوص کا مذاق اڑایا، میں نے کب کہا تھا کہ مجھے آپ کی دولت چاہئے؟“

”نہیں کہا کبھی نہیں کہا جان! مانتا ہوں میری غلطی ہے، مجھے کچھ نہیں چاہئے تمہارے سوا، یہ دولت، یہ پیسہ سب کچھ مجھ سے لے لو مگر مجھے اپنا آپ دے دو، میری رابیل مجھے لوٹا دو“۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر التجا کرتا ہوا رو دیا۔

”رابیل، تو آپ ہی کی تھی، مگر آپ نے یقین ہی نہیں کیا، خود ہی پرایا کر دیا“۔ رابیل اسے کہاں روتے ہوئے دیکھ سکتی تھی، خود بھی رو پڑی۔

”نہیں رابیل! تم تو میری اپنی ہو تم کو پرایا کرنے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتا، تمہیں کھونا نہیں چاہتا میں“۔

”مجھے نیند آرہی ہے“۔ وہ مزید کچھ سننا نہیں چاہتی تھی، دل درد سے بے حال تھا، لیٹنے لگی تو عیسیٰ نے اسے سہارا دے کر لٹا دیا، کمبل ٹھیک اوڑھا دیا۔

”ٹھیک ہے تم آرام کرو“۔ عیسیٰ نے اس کی پیشانی چوم لی۔ وہ اس کے پیار بھرے لمس کی حدت سے پسینے میں بھیگ گئی۔

......☆......

”مجھے چند دن کے لئے امی کے گھر جانا ہے“۔ صبح وہ بھی عیسیٰ کے ساتھ جانے کو تیار کھڑی تھی، عیسیٰ نے دیکھا زرد رنگ کی شلوار پر کاسنی رنگ کی قمیض دوپٹے میں جس پر بہت نفیس کام کیا گیا تھا وہ ہلکا سا میک اپ کئے بہت دلکش مگر افسردہ، سنجیدہ اور رنجیدہ دکھائی دے رہی تھی، کلائی میں پہنے سونے کے کنگن کو چھیڑ رہی تھی۔

”چند دن کے لئے نہیں صرف چند گھنٹے کے لئے“۔ عیسیٰ ٹائی گلے میں ڈالتا ہوا اس کے قریب چلا آیا۔

”مگر......“ وہ نظریں جھکائے الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔

”میں خود تمہیں امی کے گھر ڈراپ کروں گا اور آفس سے واپسی پر ساتھ لیتا ہوا گھر آؤں گا، یہ گھر تمہارے دم سے ہی گھر جنت ہے، میں اس گھر کو اب کبھی بھی تمہارے بنا نہیں دیکھنا چاہتا“۔

”چلیں“۔ وہ اپنا ہینڈ بیگ اٹھاتے ہوئے بولی۔ اس کی جانب دیکھنے سے وہ مسلسل گریز برت رہی تھی۔

”رابیل“۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”ٹائی کی ناٹ باندھ دو“۔ وہ ایسے شو کر رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں وہ رابیل پر اسی کا طریقہ آزما رہا تھا، جیسے وہ اس کے سرد رویئے کے باوجود اسے ہمیشہ سے محبت سے رام کر لیتی تھی، وہ بھی اب یہی کر رہا تھا، رابیل کو ناچار ٹائی باندھنا پڑی۔

”تھینک یو سویٹ ہارٹ!“ عیسیٰ نے جھک کر اس کے رخساروں پر اپنی محبت کے پھول کھلا دیئے، وہ بوکھلا گئی۔

”ادھر دیکھو نا بیوی، یار! اتنی بری شکل تو نہیں ہے میری، جو تم دیکھتی نہیں ہو میری طرف“۔ اس نے رابیل کی ٹھوڑی پکڑ کر رخ اپنی طرف کیا، رابیل نے اس کے چہرے کو دیکھا آنکھوں میں اس کا پرانا چہرہ آرہا تھا، آنکھیں پھر سے گرم پانیوں سے بھرنے لگیں۔

”میں اس چہرے کو نہیں بھلا سکتی جس نے تین ماہ تک میرا مذاق اڑایا، مجھے اپنا عادی بنایا، آپ کو اتنا آسان لگتا ہے یہ سب، میں آن، آف کا بٹن تو نہیں ہوں کہ جب دل چاہا آن کر لیا اور جب دل نہ چاہا تو آف کر دیا، جس شخص کو میں اپنا شوہر سمجھتی رہی جس سے پیار کرتی رہی، اچانک سے اس کا چہرہ بدل گیا تو، آپ کو لگتا ہے کہ مجھے کوئی فرق نہیں پڑا۔ میرے اندر کوئی ٹوٹ پھوٹ نہیں ہوئی، میں نے جس چہرے سے پیار کیا تھا وہ یہ تو نہیں ہے“۔ وہ کہتے کہتے بری طرح رونے لگی اور بیڈ پر ڈھے گئی۔

”رابیل! آئی، ایم سوری جان! ہاؤ اسٹوپڈ آئی، ایم غلطی پہ غلطی کرتا چلا رہا ہوں، پلیز رو نہیں، چلو فریش ہو جاؤ پھر چلتے ہیں“۔ عیسیٰ نے خود کو کوستے ہوئے اس کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”نہیں، مجھے کہیں نہیں جانا، آپ جائیں مجھے اکیلا چھوڑ دیں“۔ وہ غصے سے بولی عیسیٰ بے بسی سے لب، بھینچتا ہوا اسے دیکھتا ہوا وہاں سے اٹھا اور باہر نکل گیا۔

......☆......

”مجبوری کے بازار میں سب بکتا ہے، غلط، صحیح اپنی جگہ لیکن یہ بات بھی سچ ہے کہ میں نے اور عیسیٰ نے اپنی اپنی ضرورت کے تحت یہ رشتہ جوڑا تھا۔ عیسیٰ نے میرے اسکول میں مجھ سے ملاقات کے دوران بالکل ٹھیک کہا تھا کہ زندگی کچھ لو اور کچھ دو کے اصول کے تحت گزرتی ہے، مفاد، ضرورت اور مجبوری کے رشتے ہمیں ایک دوجے سے جوڑے رکھتے ہیں، میرے ماں باپ کو پیسہ چاہئے تھا اپنی بیٹیوں کا گھر بسانے کے لئے اور عیسیٰ کو بھی اپنا گھر بسانے کے لئے ایک پرخلوص اور محبت کرنے والی لڑکی چاہئے تھی، جس کی قیمت انہوں نے لاکھوں میں ادا کی اور دل سے کی۔ میں لاکھ بھولنا چاہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ عیسیٰ کا میری فیملی پر لاکھوں کا احسان ہے، جو کبھی نہیں چکایا جاسکتا عیسیٰ اچھے انسان ہیں بلکہ بہت اچھے ہیں۔ مگر انہوں نے غلطی کی اپنا اصل چہرہ چھپا کر، میرا دل دکھا کر، لیکن اب جو مجھے کرنا ہے وہ یقیناً عیسیٰ کے لئے حیران کن ہوگا“۔ رابیل نے دل میں سوچا اور انابی کے ساتھ مل کر پورے گھر کا جائزہ لیا وہ خود کو مصروف رکھنا چاہ رہی تھی یا عیسیٰ سے بچنا چاہ رہی تھی، یہ وہی جانتی تھی کیونکہ اس نے گھر کی سجاوٹ، صفائی اور کچن میں خود کو مصروف کر لیا تھا، عیسیٰ کے لئے یہی بہت تھا کہ اس نے دوبارہ میکے جانے کی بات نہیں تھی، مگر وہ اسے خود کو منانے کا موقع بھی فراہم نہیں کر رہی تھی، ایک خاموشی تھی جو ان دونوں کے درمیان در آئی تھی۔

رات کے گیارہ بج رہے تھے، عیسیٰ گھر نہیں آیا تھا، رابیل بہت پریشان ہو رہی تھی، انابی سے اس کے آفس فون بھی کروایا تھا۔ اس کے پی۔ اے نے بتایا تھا کہ وہ تو شام کو ہی آفس سے نکل گئے تھے، ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا کہ عیسیٰ نے گھر آنے میں اتنی دیر کر دی ہو، وہ تو فون کر دیتا تھا اگر کچھ دیر سے آنا ہوتا تو، عیسیٰ کا موبائل بھی آف تھا جس سے وہ مزید ہراساں تھی۔ ساڑھے بارہ بجے عیسیٰ کی گاڑی کا ہارن بجا تھا، رابیل نے ٹیرس پر جا کر دیکھا، عیسیٰ گاڑی سے نیچے اتر رہا تھا وہ سکھ کا سانس لیتی واپس پلٹ گئی مگر عیسیٰ کی نظر اس کے گلابی آنچل کو اپنی گرفت میں لے چکی تھی، وہ اس کے لئے فکرمند تھی۔ اس کے انتظار میں جاگ رہی تھی، یہ احساس عیسیٰ کے لبوں پر مسکان بکھیر گیا، وہ جو تھکن اور آزردگی کی گرد میں لپٹا ہوا، گھر میں داخل ہوا تھا، اس ایک احساس نے اسے تازہ دم کر دیا تھا، وہ بیڈ روم میں آیا تو

رابیل کو بیڈ پر بیٹھے دیکھا اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ غصے میں ہے۔

"السلام علیکم"۔ عیسیٰ نے اسے دیکھتے ہوئے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام"۔ وہ جواب دیتی بیڈ سے اتری۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"آپ چینج کر لیں میں کھانا لگاتی ہوں"۔

"رابیل! تھینکس سویٹی، بٹ مجھے بھوک نہیں ہے"۔ وہ ٹائی اور کوٹ اتارتے ہوئے تھکے تھکے لہجے میں بولا۔

"کھا کر تو نہیں آئے، پھر بھوک کیوں نہیں ہے؟" رابیل اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہی تھی، وہ اس کے درست اندازے پر مسکرا دیا۔

"اتنا سمجھتی ہو تم مجھے، ہوں"۔

"آپ پتا نہیں کب سمجھیں گے؟" وہ خفگی سے بولی۔

"ٹائم دیکھا ہے آپ نے کیا ہوا ہے؟ ایک فون نہیں کر سکتے کیا؟ موبائل کیوں آف تھا آپ کا؟ دیر سے آنا تھا تو کم از کم گھر فون کر کے انفارم تو کر دیتے، آپ نے سمجھا کہ آپ کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے"۔

"میری جان! تم ہو نا پوچھنے کے لئے، تم اسی طرح اپنا حق جتاتی رہا کرو، مجھے خوشی ہوتی ہے کہ میرا انتظار کرنے والی پیاری ہستی، میری زندگی میں موجود ہے"۔ عیسیٰ نے اس کے پاس آ کر محبت سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا، وہ سٹپٹا کر ایک قدم پیچھے ہٹی تو وہ ہنس دیا، وہ ناراض لہجے میں بولی۔

"جی ہاں اور اس پیاری ہستی کو ایک فون نہیں کر سکتے تھے"۔

"ایمر جنسی ہو گئی تھی"۔

"کیا ہوا تھا؟ آپ ٹھیک ہیں ناں؟" رابیل کا دل زور سے دھڑکا۔

"میں ٹھیک ہوں جب تک تم میری زندگی میں ہو مجھے کچھ نہیں ہوگا"۔ عیسیٰ نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اس کی اپنے لئے پریشانی اسے خوشی بخش رہی تھی۔ عیسیٰ کو معلوم تھا کہ رابیل بہت حساس لڑکی ہے وہ کبھی اسے چھوڑ کر، دکھ دے کر نہیں جا سکتی۔

"تو بتاتے کیوں نہیں، کیا ہوا تھا؟" وہ ہنوز پریشان تھی۔

"آپ کے سر میں درد ہو رہا ہے"۔ رابیل نے خود ہی قیاس لگایا۔

"ہاں، اور مجھے بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے تمہیں سب پتا چل جاتا ہے اٹ مین یو لومی ویری مچ"۔ وہ اس کے احساس کی گہرائی کو محسوس کرتے ہوئے خوشدلی سے بولا۔

"بتانے کی ضرورت تو پھر بھی ہوتی ہے چاہے کوئی سمجھ لے، محسوس کر لے تب بھی بتانا چاہئے، چھپانے سے یا جھوٹ بولنے سے حقیقت تو نہیں بدل جاتی، میں آپ کی بیوی ہوں، دوسری شادی کی ہے نا آپ نے مجھ سے، میں ماہا اور رناشہ جیسی نہیں ہوں لیکن کیا اتنی بڑی بات آپ کو مجھے بتانا نہیں چاہئے تھی؟ سچے اور پرخلوص جیون ساتھی کی تلاش آپ کو تھی اور آپ خود جھوٹ بولتے رہے، شک میں پڑے رہے، اپنی زندگی کا اتنا بڑا سچ مجھ سے چھپائے رکھا آپ نے ہاں شاید آپ کو بتانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ہوگی نا"۔ رابیل نے نہایت سنجیدگی سے کہا اور جانے لگی تو عیسیٰ کی آواز نے اس کے قدم روک لئے۔

"تمہیں سب معلوم تھا، چلو اچھا ہوا کہ تم سب کچھ جان چکی ہو، میں بتانا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے ہی تمہیں پتا چل

گیا، آئی نو بہت ہرٹ کیا ہے میں نے تمہیں لیکن"۔ وہ بے بسی سے سر ہلا کر رہ گیا سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے۔ رابیل اسے شرمندہ نہیں دیکھ سکی، اس سے اب بھی پیار کرتی تھی، ساری وجوہات جان چکی تھی اس لئے عیسیٰ اسے زیادہ قصوروار نہیں لگ رہا تھا اب، اس کی غلطی اتنی بڑی تو نہیں تھی کہ اسے بار بار شرمندہ کیا جاتا۔

"آپ فریش ہو جائیں میں آپ کے کھانے کے لئے کچھ لاتی ہوں، پین کلر کھا کر سوئیے گا"۔ رابیل نے تیزی سے کہا اور کمرے سے نکل کر سیدھی کچن میں چلی آئی، چائے بنائی، میکرونی اوون میں گرم کی، چائنیز رائس اور چکن منچورین بنایا تھا اس نے سب گرم کر کے ٹرے میں سجا کر کمرے میں آئی تو عیسیٰ واش روم سے نہا کر نکل رہا تھا، تولئے سے گیلے بالوں کو رگڑتا، لائٹ براؤن کرتا شلوار پہنے، بہت فریش لگ رہا تھا اب، رابیل نے ٹرے میز پر رکھ دی اور دراز میں سے سر درد کی گولیاں نکال لائی۔

"ارے اتنا کچھ کیوں لے آئیں مجھ سے نہیں کھایا جائے گا"۔ عیسیٰ نے تولیہ اس کے کندھے پر ڈال دیا۔

"نہ کھا کر ہی سر میں درد کروایا ہے نا۔ خاموشی سے کھانا کھائیں"۔ رابیل نے اسے بیوی والے انداز میں ڈپٹا، وہ ہنس پڑا، اور وہ تولیہ واش روم میں ہینگ کر آئی۔

"بہت مزے کا ہے، تم نے بنایا ہے نا"۔ عیسیٰ نے سب ڈشز چکھ کر اس کی طرف دیکھا، ذائقہ الگ تھا۔

"جی"۔

"تھینکس"۔

"کس بات کا؟"

"تم نے اتنی محبت سے میرے لئے کھانا پکایا ہے آئی ایم امپریسڈ، تم تو آل ان ون ہو، بہت سگھڑ بیوی ملی ہے مجھے اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے"۔ عیسیٰ نے اس کا دل رکھنے لئے مزید کھاتے ہوئے دل سے کہا ورنہ اسے بھوک نہیں تھی۔

"اور جو اپنی بیماری کا ڈرامہ کیا تھا اس پر اللہ سے معافی مانگی ہے کہ نہیں؟" رابیل نے یاد دلایا۔

"مانگی ہے معافی ہر روز مانگتا ہوں"۔ اس نے ایمانداری سے بتایا۔

"مانگنی بھی چاہئے"۔ رابیل نے جتایا۔

"ہوں...... اچھا سنی، صبح مجھے جلدی جگا دینا، مجھے جانا ہے"۔

"کہاں؟"

"میرے دوست واجد اور اس کے والد کا شام ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا، ماجد انکل کی تو موقع پر ہی ڈیتھ ہو گئی تھی، دس بجے ان کی نماز جنازہ کا وقت تھا مگر گیارہ بجے ادا ہوئی۔ صبح ان کے قل ہیں اور...... واجد بھی زخمی ہے تھینکس گاڈ! واجد کے سر میں معمولی زخم آئے ہیں اور بازو پر بھی خراشیں ہیں اسے فسٹ ایڈ دینے کے بعد ڈاکٹر نے فارغ کر دیا تھا"۔ عیسیٰ نے اسے پوری تفصیل بتاتے ہوئے سمجھا دیا کہ وہ اتنا لیٹ کس وجہ سے ہوا؟

"اوہ...... بہت افسوس ہوا اللہ ان پر رحم فرمائے"۔ رابیل نے افسوس کرتے ہوئے دل سے کہا تو عیسیٰ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"یہی وجہ ہے لیٹ آنے کی"۔ عیسیٰ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

"ہوں...... تو پہلے بتانی چاہئے تھی نا۔ یہ ٹیبلٹ کھا لیں"۔ رابیل نے سر درد کی دو گولیاں نکال کر اس کی طرف بڑھا دیں۔ عیسیٰ کو اس کا یہ کیئرنگ انداز بہت سکون دے رہا تھا۔ اس نے خاموشی سے گولیاں پانی کے ساتھ نگل

لیں۔

"جب سر میں درد تھا تو شاور لینا ضروری تھا کیا؟ کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کریں گے یہ"۔ رابیل بڑبڑا رہی تھی اور وہ اس کی بڑبڑاہٹ واضح طور پر سن رہا تھا، اسے ہنسی آ گئی رابیل کی بات پر۔

"ایک کام ڈھنگ کا کیا ہے نا، اتنی پیاری سی، لونگ، کیئرنگ لڑکی سے شادی کی ہے"۔ عیسیٰ نے پیچھے سے آ کر اس کے گرد اپنی بانہیں حمائل کر کے اس کے شانے پر اپنی ٹھوڑی ٹکا دی، وہ پوری جان سے اس کے لمس اور قرب کی آگ میں جل اٹھی، دل کی دھڑکن بے ترتیب ہونے لگی۔

"عیسیٰ......!" وہ چڑ کر بولی۔

"رابیل! سچ کہہ رہا ہوں مجھے چاہت تمہاری ہے، تمہارے ساتھ کی چاہ ہے بس، تم کہو تو میں اسی گیٹ اپ میں آ جاتا ہوں پھر سے، پھر تو میری طرف دیکھو گی نا"۔ وہ اس کے کان میں پیار بھری سرگوشی کرتا اس کے اوسان خطا کر رہا تھا۔

"آپ اپنے آپ پر، مجھ پر اعتبار کیوں نہیں کرتے عیسیٰ"۔

"کر تو رہا ہوں، تم جانتی ہو نا میں ایسا ہی ہوں بے ڈھنگا سا، غلطی پہ غلطی کرنے والا، مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں تمہیں کیسے مناؤں؟" وہ بے بسی سے بولا اور اس کا رخ اپنی جانب موڑ لیا۔

"آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے سو جائیں اب رات کے دو بجنے والے ہیں اور آپ کو رومینس سوجھ رہا ہے"۔

"یہی تو صحیح وقت ہے رومینس کا"۔ وہ شریر ہوا۔

"تو جائیں کریں رومینس، مجھے بھوک لگی ہے میں کھانا کھانے لگی ہوں"۔ وہ سہولت سے اسے ہٹاتی صوفے پر آ بیٹھی، حیا کی سرخی اس کے چہرے کو مزید دلکش بنا رہی تھی۔

"کیا تم نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا؟" وہ حیرت سے بولا۔ وہ اس کے انتظار میں اب تک بھوکی بیٹھی تھی۔

"سوری میری وجہ سے نا، میں بھی کتنا بدھو ہوں تم سے پوچھا بھی نہیں خود ہی کھا لیا اکیلے ان فیکٹ، میرا خیال تھا کہ تم کھا چکی ہو گی"۔ وہ شرمندہ ہو رہا تھا جو کہ اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا، وہ ٹرے اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔

"اٹس او کے، میں لاؤنج میں جا رہی ہوں، لائیٹ آف کر دیتی ہوں آپ سو جائیں"۔

"رابیل! آئی لو یو ریئلی لو یو"۔ عیسیٰ نے اس کی پیشانی چوم لی۔ وہ اسے خفا خفا نظروں سے دیکھتی کمرے سے باہر آ گئی۔

"آئی لو یو ٹو عیسیٰ"۔ اس نے زیر لب آہستگی سے کہا۔ اور لاؤنج میں صوفے پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگی۔

......☆......

عیسیٰ ایک ضروری میٹنگ اٹینڈ کرنے کے بعد اپنے آفس میں آیا تو انابی نے اسے فون پر اس کے مما، پاپا اور بہن، بہنوئی ان کے بچوں کے آنے کی اطلاع دی۔

"مما، پاپا عظمیٰ، احسن، پاکستان آ گئے ہیں، اونو، انہیں تو میں نے اپنی شادی کے بارے میں، رابیل کے بارے میں ابھی تک کچھ نہیں بتایا، ایک اور غلطی، اف! اب کیا ہو گا؟ یا اللہ! میری مدد فرما، رابیل بھی مجھ سے ناراض ہے میں تو اب تک اسے ہی نہیں منا سکا"۔ عیسیٰ آفس سے گاڑی تک آتے ہوئے پریشانی سے بے حال ہو گیا تھا۔

"عیسیٰ علوی! آج تمہاری خیر نہیں ہے، آج ایک بار پھر تم اپنے رشتے، اپنی محبت گنوا دو گے، تم اپنا سب کچھ

گنوادو گے آج، مما، پاپا کو، رابیل کو، تمہاری تباہی تمہارے سامنے کھڑی ہے، کیا کہو گے مما، پاپا سے کہ رابیل سے کب شادی کی؟ انہوں نے تو خود تمہیں اجازت دی تھی شادی کرنے کی، نہیں وہ خفا نہیں ہوں گے، لیکن رابیل جو مجھ سے خفا تھی وہ کیسے ان سب کو فیس کر رہی ہوگی؟ پرسوں ہی تو میری مما سے بات ہوئی تھی انہوں نے تو اپنے آنے کا ذکر نہیں کیا تھا، ہمیشہ کی طرح یہی کہا تھا کہ اپنا گھر بسالو، تاکہ ہم بھی واپس آ کر تمہاری خوشیاں دیکھ سکیں۔ پھر ان کا اس طرح سے اچانک سے یہاں آنا سمجھ میں نہیں آ رہا"۔ عیسیٰ سارے راستے پریشانی سے سوچتا رہا، خود سے سوال کرتا رہا۔

"عیسیٰ لاج" میں وہ خوف اور پریشانی سے دھڑکتے دل کے ساتھ داخل ہوا۔ ڈرائنگ، ڈائننگ ہال میں غیر معمولی ہلچل کا احساس اسے ڈرائنگ، ڈائننگ ہال کے قریب پہنچ کر ہی ہو گیا تھا۔ اس نے بسم اللہ پڑھ کر اندر قدم رکھا۔

"السلام علیکم"۔ عیسیٰ کے سامنے مما، پاپا، عظمیٰ، احسن ان کے بچے اور اس کی پیاری بیوی رابیل سبھی ہنستے مسکراتے موجود تھے۔

"وعلیکم السلام"۔ سب نے بڑے پرجوش لہجے میں جواب دیا۔

"عیسیٰ، میرا بیٹا، میری جان! میں تو تمہیں دیکھنے کو ترس گئی تھی، کیسے ہو میرے چاند؟" مما نے اٹھ کر اسے محبت سے گلے لگایا اس کا ماتھا چوما ہاتھ چومے۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں مما اور بہت خوش ہوں آپ سب کو یہاں دیکھ کر"۔ عیسیٰ خوشی سے کھل اٹھا ان کے ہاتھ چوم کر بولا، اپنی توقع کے برعکس اسے سب کچھ بہت مثبت اور اچھا دیکھنے کو مل رہا تھا، اور اس کا سارا کریڈٹ رابیل کو جاتا تھا، وہ کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا جو مما، پاپا کے بیچ دلہن کی طرح سجی سنوری، شرمیلی مسکان لبوں پر سجائے بیٹھی تھی، اور وہ سب اس کے صدقے واری جا رہے تھے، مما، پاپا تو بار بار عیسیٰ کو گلے سے لگا رہے تھے اس کا چہرہ چوم رہے تھے، عظمیٰ اس کے شانے سے لگی پیار کا اظہار کر رہی تھی۔ یوں جیسے وہ سب برسوں کے بچھڑے تھے اور اب آن ملے تھے، اور یہ سچ بھی تھا، وہ تین سال بعد ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔ عیسیٰ جو پریشانی کے مارے پسینے میں نہا رہا تھا اب مارے خوشی کے پھولا نہیں سما رہا تھا، اس کے دل و دماغ سے ہر خوف مٹ گیا تھا، سوائے خوف خدا کے۔

"بھیا! بھابی تو آپ نے ہمارے لئے بہت پیاری، زبردست اور خور شمائل ڈھونڈی ہے"۔ عظمیٰ نے رابیل کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"نظر نہ لگا دینا"۔ عیسیٰ نے شوخی سے کہا۔

"بے فکر رہیں بھائی جان! ہم نظر لگانے والوں میں سے نہیں ہیں، ہم تو نظر اتارنے والوں میں سے ہیں"۔

"آئی نو"۔ عیسیٰ نے محبت سے اپنی بہن کو دیکھا عظمیٰ عیسیٰ سے 6 برس چھوٹی تھی۔ اس کی لاڈلی تھی وہ ہمیشہ سے۔

"اچھا تو تم نے اس ڈر سے ہمیں ہماری بہو کے درشن نہیں کرائے کہ کہیں ہم اسے نظر نہ لگا دیں"۔ پاپا نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا تو وہ دھیرے سے ہنس دیا۔

"نہیں پاپا! ایسی بات نہیں ہے میں آپ سب کو سرپرائز دینا چاہتا تھا لیکن آپ سب نے تو مجھے ہی سرپرائز دے دیا۔

"اطلاع کیوں دیتے بھئی ہمیں تو ہماری بہو رانی نے بلایا ہے اور اتنی محبت سے بلایا کہ ہم انکار ہی نہ کر سکے اور فوراً سامان باندھ لیا اور پہلی فلائیٹ سے ہی پاکستان تمہارے پاس چلے آئے"۔ پاپا نے خوشی سے بتایا۔

"آپ کو رابیل نے بلایا ہے"۔ عیسیٰ کی حیرت دیدنی تھی۔

"جی ہاں بھائی جان! آپ تو چھپے رستم نکلے، شادی بھی کر لی اور ہمیں بتایا بھی نہیں"۔ عظمیٰ نے پیار بھرا شکوہ کیا۔

"میں نے تو مما، پاپا کی شرط اور خواہش پوری کی ہے"۔

"اور ہمیں خوش کر دیا ہے جیتے رہو بیٹا، اللہ تمہیں ہر خوشی دیکھنا نصیب کرے، اتنی اچھی بہو تم نے ہمیں دی ہے۔ بس اب تو پوتا، پوتی کو کھلانے کی تمنا ہے انشاء اللہ"۔

"وہ دن بھی جلد آئے گا"۔ عیسیٰ نے رابیل کی طرف دیکھا وہ حیا آلود مسکراہٹ لبوں پر سجائے نظریں جھکائے اس کے دل میں ہلچل مچا رہی تھی۔ محبت میں اضافہ کر رہی تھی۔

"عیسیٰ بیٹے! آج ہم بہت خوش ہیں تم نے ہماری برسوں کی خواہش پوری کر کے ہماری محبت کا امتحان ختم کر دیا۔ بیٹا ہم تمہیں چھوڑ کے چلے تو گئے تھے لیکن تمہاری جدائی میں بہت تڑپے ہیں ہم دونوں میاں، بیوی، ہمیں اپنی بے جا ضد اور خواہ مخواہ کی شرط پر غصہ بھی آتا تھا مگر ہم اس لئے برداشت کرتے رہے کہ ہمارے بیٹے کا گھر بس جائے وہ اکیلے پن سے گھبرا کر کسی اچھی سی لڑکی سے شادی کر لے"۔ پاپا نے ایک بار پھر عیسیٰ کو گلے سے لگا لیا۔ ان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ عیسیٰ کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔

"بھیا! ہم تو آپ کے ولیمے کی دعوت کھا کر ہی واپس جائیں گے صرف میں اور میری فیملی مما، پاپا آپ کے پاس ہی رہیں گے اب"۔ احسن نے بھی گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"میرے لئے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہو سکتی ہے کہ میرے مما، پاپا میرے ساتھ، میرے پاس رہیں، کیوں رابیل؟" عیسیٰ نے رابیل کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی بات کی تصدیق چاہی۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ"۔ رابیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واہ جی، بھابی! تو بھائی جان کی ہاں میں ہاں ملاتی ہیں"۔ عظمیٰ نے چھیڑا تو وہ ہنس دی چہرہ حیا سے گلنار ہو گیا۔

"ایسا بھی نہیں ہے یہ میری غلطیوں پر میری سرزنش بھی کر لیتی ہیں"۔ عیسیٰ نے کہا تو سب ہنس پڑے۔

"بھائی جان! ہم آپ کی اور بھابی کی مایوں، مہندی اور ولیمہ بہت شاندار طریقے سے کرنے والے ہیں"۔

"ارے نہیں بھئی ولیمے کی تقریب میں، ہم سب دوست احباب کو مدعو کر لیں گے اپنے بھی اور رابیل کے بھی سبھی رشتے داروں کو انوائیٹ کر لیں گے بس کافی ہے"۔ عیسیٰ نے فوراً کہا۔

"مما! دیکھیں ناں بھائی جان کو ہمارا دل نہیں ہے کیا؟ ہمارے ایک ہی بھائی ہیں بس ہم تو مایوں، مہندی بھی کریں گے"۔ عظمیٰ نے مما کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھا۔

"ہاں عیسیٰ بیٹے! یہ سب تو ہوگا۔ آخر ہمارے بھی ارمان ہیں تمہاری شادی کو لے کر، ہم تو اپنے سارے ارمان پورے کریں گے، اتنی پیاری دلہن ہمارے گھر آئی ہے اس کا شاندار استقبال تو اب ہم کریں گے"۔ مما نے رابیل کو بہت محبت سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا وہ مسکرائے جا رہی تھی۔

"اور بیٹے کو بھول گئیں مما"۔ عیسیٰ نے مصنوعی خفگی دکھائی۔

"بیٹے کو کیسے بھول سکتی ہوں میں، میرا بیٹا تو میری جان ہے"۔ مما نے پیار سے عیسیٰ کا ماتھا چوم لیا۔

"اچھا تو پھر ہم کیا ہیں آپ کے؟" پاپا نے شرارت بھرے لہجے میں پوچھا تو مما سمیت سب کو ہنسی آ گئی۔

"آپ تو میرے سر کا تاج ہیں"۔

"شکریہ، نوازش"۔ پاپا آداب بجالائے۔

"میں کھانا لگواتی ہوں"۔ رابیل مسکراتی ہوئی اٹھ گئی۔ انابی اور ملازمہ زلیخا کے ساتھ مل کر رابیل نے ڈائننگ ٹیبل کو انواع و اقسام کے کھانوں سے سجا دیا۔ تمام ڈشز اس نے سب کی پسند کی بنائی تھیں، انابی نے سب کو بتایا کہ یہ

سب پکوان، رابیل نے پکائے ہیں تو سب نے خوشگوار حیرت کا اظہار کیا اور کھانوں کی دل کھول کر تعریف کی۔ عیسیٰ تو بس اس کے ہنر، اس کے حسن سلوک، اس کی محبت اور احساس پر اس کا گرویدہ اور ممنون و شکر گزار ہو رہا تھا۔ آج اس نے اس کو زندگی کی ساری خوشیاں لوٹا دیں تھیں۔

''عیسیٰ بیٹے! بہت بہت مبارک ہو اتنی خوبصورت، سلیقہ مند اور سگھڑ بیوی اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہے یہ تمہارے صبر کا پھل ہے، تمہاری نیک نیتی کا ثمر ہے''۔ پاپا نے اسے کھانے کے بعد گلے لگا کر دل سے مبارک باد دی۔ وہ خوشی سے نہال اور مالا مال ہو گیا تھا آج۔

''بہت، مبارک ہو عیسیٰ''۔ مما نے بھی اسے پیار کیا۔

''ماشاء اللہ! اتنی پیاری بہو ہے ہماری رابیل جیتی رہو بیٹی، تم نے ہمارا اتنا شاندار استقبال کیا اور اپنے ہاتھوں سے سب کی پسند کا کھانا بنا کر پیش کیا، سچ کہوں بچی تم نے ہم سب کا دل جیت لیا ہے، اللہ تمہارا دل ہمیشہ خوشی سے آباد رکھے اور میرا بیٹا تم سے ہمیشہ اسی طرح محبت کرتا رہے''۔ مما نے رابیل کو محبت سے اپنے ساتھ لگا کر دل سے دعا دی تو سب نے آمین کہا۔ سب اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لئے چلے گئے تو رابیل بھی اپنے بیڈ روم میں آ گئی، عیسیٰ نماز کے بعد شکرانے کے نفل ادا کر رہا تھا۔ سفید کرتا شلوار میں، سر پر رومال باندھے وہ رابیل کے دل کو چھو گیا، اس نے اپنا نائیٹ سوٹ نکالا اور واش روم میں چلی گئی، فریش ہو کر آئی تو تب بھی عیسیٰ نماز ادا کر رہا تھا، اس نے اپنی جیولری اتار کر جیولری بکس میں رکھ دی۔ کلینزنگ ملک لگا کر چہرے کو میک اپ سے صاف کیا، بالوں میں برش پھیر رہی تھی جب ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنے پیچھے کھڑے عیسیٰ کا عکس دکھائی دیا، وہ پنک نائٹی میں دل موہ لینے کی حد تک دلکش لگ رہی تھی، رابیل نے برش ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دیا، عیسیٰ نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھے اور اس کا رخ اپنی جانب کر لیا، شادی کی پہلی رات بھی وہ اسی طرح آئینے کے سامنے اس سے آ کر ملا تھا دونوں کو وہ لمحہ یاد آ رہا تھا۔

''تھینک یو رابیل! تھینک یو سوچ مجھے معاف کرنے کے لئے، میرے پیرنٹس کو خوشیاں لوٹانے کے لئے، مجھے زندگی کا احساس دلانے کے لئے بہت بہت شکریہ، یو آر گریٹ مائی لو''۔ عیسیٰ نے اس کے لب و رخسار کو پیشانی اور زلف کے ریشمی تار کو اپنے پیار کے پھولوں سے بھر دیا۔ فرط مسرت و تشکر سے اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ رابیل کی پلکیں بھی نم ہو گئیں۔

''میں نے وہی کیا جو ایک پر خلوص اور پیار کرنے والی بیوی کو اپنے شوہر اور اپنے گھر کے لئے کرنا چاہئے، میں نے تو آپ سے محبت کی تھی، محبت بھرے دل میں اپنے محبوب کے لئے معافی ہی معافی ہوتی ہے، محبت، سزا دینے کا حوصلہ نہیں رکھتی مگر جدا ہونے سے بھی ڈرتی ہے، ایک لمحے کو میں نے یہ سوچا کہ میں اگر آپ کو چھوڑ دوں تو میرا کیا جائے گا؟ اس لمحے مجھے احساس ہوا کہ آپ کو چھوڑ کر رابیل سے جیا نہیں جائے گا، اس لمحے مجھے احساس ہوا کہ رابیل عیسیٰ سے کتنی محبت کرتی ہے، اور یہ بھی کہ عیسیٰ بھی رابیل سے محبت کرتے ہیں ایسا ہی دکھ اور احساس عیسیٰ کو بھی بے کل کر رہا ہوگا، پھر بھلا میں کیسے اپنے عیسیٰ کو دکھ دے دیتی؟ کیسے رابیل کو بے موت مار دیتی، مجھے آپ کے درد کا بھی احساس تھا، لیکن یہ دکھ بھی بہت تھا کہ آپ نے میرا اعتبار نہیں کیا مجھے اس طرح سے آزمایا''۔ وہ اس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھے مدھم سروں میں بولتی اس کے دل و روح کو سرشار کر رہی تھی۔ آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر بہہ نکلے تھے۔

''آئندہ ایسا کبھی نہیں ہوگا آئی پرامس، تم نے میرا اعتبار مجھے لوٹا دیا ہے، میں نے ضرور کوئی نیکی کی ہوگی جو مجھے تم ملیں۔ شکر الحمد اللہ اس گھر کو آج اس کی کھوئی ہوئی خوشیاں مل گئی ہیں''۔ وہ اس کے آنسو اپنے ہونٹوں سے چنتا اسے یقین دلا رہا تھا۔

''اور اس گھر کی خوشیاں اب آپ کے اپنے ہاتھ میں ہیں اگر دوبارہ ایسا ہوا تو''۔

''تو تم یہ گھر چھوڑ کر نہیں جانا پلیز''۔ وہ اس کی بات کاٹ کر شرارت سے بولا۔

''یعنی آپ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئیں گے ہے ناں''۔ رابیل نے کڑے تیوروں سے اسے گھورا۔

''نہیں ناں''۔

''یاد رکھئے گا میں یہ چھوڑ کر نہیں جاؤں گی کیونکہ یہ اب میرا گھر ہے، آپ نے اب کچھ غلط کیا نا تو میں آپ کو اس گھر سے نکال دوں گی ہاں''۔ رابیل نے دھمکایا تو وہ بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ رابیل اسے گھورنے لگی۔ تو اس نے اسے اپنے قریب کر لیا۔

''گھر سے بے شک نکال دینا مگر اپنے دل سے مت نکالنا کیونکہ یہ دل ہی تو میری جائے پناہ ہے، اور مجھے چاہت تمہاری ہے اپنی چاہت سے مجھے کبھی محروم مت کرنا''۔ اس کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے مسکراتے ہوئے اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔ گویا اپنی چاہت کا یقین دلایا۔ عیسیٰ کے اندر ڈھیروں سکون اتر آیا۔

''ویسے تم نے یہ سب کیسے کیا؟ مما، پاپا کو کیسے بلا لیا؟'' اسے اچانک یاد آیا تو پوچھنے لگا۔

''انابی سے صرف ان سے بات کرانے کا کہا تھا باقی سب میں نے کر لیا، کیوں آپ کو اب بھی میری صلاحیتوں پر شک ہے؟''

''نہیں میری جان! مجھے یقین ہے کہ میری رابیل دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہے، سب سے لونگ بیوی ہے، اور کبھی بھی کچھ بھی کر سکتی ہے''۔ عیسیٰ نے اس کے چہرے کو ہاتھوں میں سمو کر پر یقین اور محبت سے بھرپور لہجے میں کہا تو وہ ہنس پڑی۔

''میری جان! آج سے ہم اپنی نئی زندگی کا آغاز کر رہے ہیں۔ محبت اور چاہت سے، ولیمے کے بعد ہم ہنی مون پر جائیں گے، اور ساری دنیا کی سیر کریں گے''۔

''ساری دنیا کی سیر''۔ رابیل نے اس کے چہرے کو چاہ سے دیکھا۔

''ہاں ساری دنیا کی سیر اور میری ساری دنیا تم ہو''۔

''اچھا''۔ وہ شرمائی۔

''ہاں، اور آج میں ساری دنیا کی سیر کروں گا''۔

اس کی شرارت بھری سرگوشی نے اسے شرم سے چہرہ چھپانے پر مجبور کر دیا۔

''عیسیٰ......'' وہ نئی نویلی دلہن کی طرح شرماتی اس کے آتش شوق کو مزید ہوا دے رہی تھی۔

''رابیل''۔ وہ اسی کے انداز میں بولا تو اس نے اس کے بازو پر مکا مارا، وہ ہنس پڑا۔

''تم جو نئی نویلی دلہن کی طرح میرا اقرار لوٹ رہی ہو پچھلے کئی گھنٹوں سے تو، سہاگ رات منانے کا دل تو چاہے گا نا''۔ رابیل نے شرم سے بے حال ہوتے ہوئے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، وہ اس کا ہاتھ ہٹاتا ہوا ہنس دیا۔

''اتنی ساری خوشیاں دی ہیں تم نے مجھے، ان خوشیوں کا خراج وصول نہیں کرو گی، دوری کی گنجائش کہاں رہی ہے اب میری زندگی؟ اپنی چاہت سے یہ رات امر کر لیں ہم دونوں''۔ عیسیٰ نے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ کر اپنی چاہتوں کی سیج پر پھولوں کی طرح سے لٹا دیا، اور خوشبو اور عطر میں بستی محبتیں اس کے کومل وجود پر بے خودی سے، خوشدلی سے نچھاور کرنے لگا، اس کے لمس کا ہر ہر زرہ، کہہ رہا تھا مجھے چاہت تمہاری ہے۔

......☆......